پیارے آقا کا پیغامِ عید

خدا کرے کہ یہ عید اللہ تعالیٰ کی رضا کی دائمی عید ہو

تمام احبابِ جماعت کو محبت بھرا اسلام اور عید مبارک

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے لنڈن سے جملہ احبابِ جماعت احمدیہ کے نام عید الفطر کے موقعہ پر عید مبارک کا جو پیغام ارسال فرمایا ہے وہ ذیل میں درج ہے۔ حضور فرماتے ہیں :۔

"تمام احبابِ جماعت اور خواتین اور بچوں کو میری طرف سے محبت بھرا اسلام اور عید مبارک۔ یہ عید الفطر احمدیت کی پہلی صدی کی آخری عید ہے۔ میری دعا ہے کہ یہ رخصت ہو جانے والی عید اپنے عقب میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی وہ دائمی عید ہمارے لئے چھوڑ جائے جو پھر کبھی رخصت نہ ہو۔ آمین

خدا حافظ۔ والسلام خاکسار
مرزا طاہر احمد
امام جماعت احمدیہ

ماہنامہ خالد ربوہ
مئی ۱۹۸۸ء
ایڈیٹر
یوسف سہیل شوق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

خالد ربوہ

ہجرت ۱۳۶۷ ہش

مئی ۱۹۸۸ء

جلد ۳۵ شمارہ ۵

قیمت ماہانہ ۲ روپے، سالانہ ۲۵ روپے

ایڈیٹر:
یوسف سہیل شوق

اس شمارہ میں

پبلشر: مبارک احمد خالد؛ پرنٹر: قاضی منیر احمد؛ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ "خالد" دارالصدر جنوبی ربوہ

اداریہ

دُعا

بستیوں اور شہروں میں موت کا رقص جاری ہے۔ آگ لال لال زبانیں نکالے کسی زہریلے اژدہے کی طرح پھنکاریں مارتی گھروں کو اُجاڑتی پھر رہی ہے۔ شہر شہر میں اوجڑی کیمپ کھلتے جا رہے ہیں کہیں راولپنڈی اسلام آباد کے جڑواں شہر اس کی لپیٹ میں ہیں۔ مخلوقِ خدا گاجر مولی کی طرح کٹ رہی ہے۔ کہیں بموں کے دھماکے شہریوں کی جان کا عذاب بنے ہوئے ہیں۔

یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ یہ باتیں کوئی نہیں بتاتا —— ہاں ایک شخص بتاتا ہے مگر اُس کی کوئی سُنتا نہیں۔ وہ بولتا ہے تو کوئی کان نہیں دھرتا ؎

فضا میں جس نے بھی اپنا لہو اُچھال دیا
ستمگروں نے اُسے شہر سے نکال دیا

آئیے مولا کریم و رحیم کا در کھٹکھٹائیں۔ یہ وقتِ دُعا ہے آئیے ہاتھ اُٹھائیں ہم سب —— ہم جنہیں ہم دعا یاد نہیں۔ اے ہماری قوم کے لوگو! اے ہمارے محبوب وطن پاکستان کے باسیو! آؤ ذرا سوچیں۔ ٹھنڈے دل سے غور کریں۔ دل پہ ہاتھ رکھ کر سوچیں یہ کیا ہو رہا ہے؟ تاریخ کیا بتاتی ہے ایسا کیوں ہوا کرتا ہے؟ الہامی نوشتے کیا خبریں دیتے ہیں؟ مولا کریم نے کیا رہنمائی کی ہے؟ بزرگ کیا بتاتے آئے ہیں؟

جب بھی ہم نے سوچا۔ جب بھی ہم نے غور کیا ہم کو اس کا جواب ضرور ملے گا ؎

آگ ہے پر آگ سے وہ سب بچائے جائیں گے!
جو کہ رکھتے ہیں خدائے ذوالعجائب سے پیار

جواہر پارے (مرتبہ: مرزا خلیل احمد۔ ربوہ)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی دین کی راہ میں شدید محنت

دن رات خدمتِ دین کا کام اور فقط کام

"خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامتِ خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھہرا دے اور اس قدوس جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے تا میں ان طالبوں کی تربیتِ باطنی میں مصروف ہو جاؤں اور ان کی آلودگیوں کے ازالہ کیلئے دن رات کوشش کرتا رہوں اور ان کے لیئے وہ نور مانگوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے اور بالطبع خدا تعالیٰ کی راہوں سے محبت کرنے لگتا ہے اور ان کے لیئے وہ روح قدس طلب کروں جو ربوبیتِ تامہ اور ربوبیتِ خالصہ کے کامل جوش سے پیدا ہوتی ہے اور اس روحِ خبیثہ کی تسخیر سے ان کی نجات چاہوں کہ جو نفسِ امّارہ اور شیطان کے تعلق شدید سے جنم لیتی ہے۔ سو میں بتوفیقہٖ تعالیٰ کاہل اور سست نہیں رہوں گا اور اپنے دوستوں کی اصلاح طلبی سے جنہوں نے اس سلسلہ میں داخل ہونا بصدقِ قدم اختیار کر لیا ہے غافل نہیں ہوں گا بلکہ ان کی زندگی کے لیئے موت تک دریغ نہیں کروں گا۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صـ۱۹۷)

میں رات تین تین بجے تک جاگتا ہوں

۱۱ر نومبر ۱۹۰۲ء ظہر کے وقت حضور تشریف لائے اور احباب کو فرمایا کہ:۔

"یہ وقت بھی ایک قسم کے جہاد کا ہے۔ میں رات کے تین تین بجے تک جاگتا ہوں اس لیئے ہر ایک کو چاہیئے کہ اس میں حصہ لے اور دینی ضرورتوں اور دینی کاموں میں دن رات ایک کر دے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صـ۱۹۶)

ساری رات جاگنے کی نیت

فجر کے وقت فرمایا کہ:۔ "میں کتاب تو ختم کر چکا ہوں۔ رات آدھی رات تک بیٹھا رہا۔ نیت تو ساری

رات کی بھی مگر کام جلدی ہی ہو گیا اس لیئے سو رہا۔ اس کا نام مواہب الرحمٰن رکھا ہے ۔"
(ملفوظات جلد چہارم ص۴۱۳)

خدا کے کام کے لیئے جاگنا جہاد ہے

فجر کے وقت فرمایا کہ :-
"رات تین بجے تک جاگتا رہا تو کاپیاں اور پروف صحیح ہوئے ۔ مولوی عبدالکریم صاحب کی طبیعت علیل تھی وہ بھی جاگتے رہے ۔ وہ اس وقت تشریف نہیں لاسکیں گے یہ بھی ایک جہاد ہی تھا۔ رات کو انسان کو جاگنے کا اتفاق تو ہوا کرتا ہے ۔ مگر کیا خوش وہ وقت ہے جو خدا کے کام میں گزرے ۔
فرمایا کہ میرے اعضاء تو بے شک تھک جاتے ہیں مگر دل نہیں تھکتا۔ وہ چاہتا ہے کہ کام کئے جائیں ۔" (ملفوظات جلد چہارم ص۴۱۴)

کتب کی اشاعت میں محنت

"ان لوگوں کو کیا علم ہے کہ ہم کس طرح راتوں کو کام کر کر کے کتابیں چھپواتے ہیں اور پھر اگر پریس کی وجہ سے ذراسی غلطی رہ جاوے تو ان لوگوں کو اعتراض کا موقعہ مل جاتا ہے ۔" (ملفوظات جلد چہارم ص۴۱۲)

سخت محنت سے غشی تک نوبت

"منشی الٰہی بخش اور اس کے دوسرے رفیق اعتراض کرتے ہیں کہ میں بید مشک اور کیوڑہ کا استعمال کرتا ہوں یا اور اس قسم کی دوائیاں کھاتا ہوں۔ تعجب ہے کہ حلال اور طیب چیزوں کے استعمال پر اعتراض کیا جاتا ہے ....
میری شہادت مل سکتی ہے کہ مجھے کیوڑہ وغیرہ کی ضرورت کسی وقت پڑتی ہے ۔ میں کیوڑہ وغیرہ کا استعمال کرتا ہوں جب دماغ میں اختلال معلوم ہوتا ہے یا جب دل میں تشنج ہوتا ہے ۔ خدائے وحدہٗ لاشریک جانتا ہے کہ بجز اس کے مجھے ضرورت نہیں پڑتی ۔ بیٹھے بیٹھے جب بہت محنت کرتا ہوں تو یکدفعہ ہی دَورہ ہوتا ہے ۔ بعض وقت ایسی حالت ہوتی ہے کہ قریب ہے کہ غشی آجاوے اس وقت علاج کے طور پر استعمال کرنا پڑتا ہے اور اسی لیئے ہر روز باہر سیر کو جاتا ہوں ۔" (ملفوظات جلد سوم ص۲۹۳)

دین کے کاموں میں انہماک

"میرا تو یہ حال ہے کہ باوجود اس کے کہ دو بیماریوں میں ہمیشہ سے مبتلا رہتا ہوں پھر بھی آجکل میری مصروفیت کا یہ حال ہے کہ رات کو مکان کے دروازے بند کر کے بڑی بڑی رات تک بیٹھا اس کام کو کرتا

رہتا ہوں حالانکہ زیادہ جاگنے سے مراق کی بیماری ترقی کرتی جاتی ہے اور دوران سر کا دورہ زیادہ ہو جاتا ہے مگر میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کام کو کیے جاتا ہوں۔ چونکہ دن چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں اور مجھے معلوم بھی نہیں ہوتا کہ وہ دن کدھر جاتا ہے۔ اسی وقت خبر ہوتی ہے جب شام کی نماز کے لیئے وضو کرنے کے واسطے پانی کا لوٹا رکھا دیا جاتا ہے۔ اس وقت مجھے افسوس ہوتا ہے کہ کاش اتنا دن اور ہوتا۔ حالانکہ مجھے اسہال کی بیماری ہے اور ہر روز کئی کئی دست آتے ہیں مگر جب پاخانے کی حاجت بھی ہوتی ہے تو مجھے رنج ہی ہوتا ہے کہ ابھی کیوں حاجت ہوئی۔ اور ایسا ہی روٹی کے لئے جب کئی مرتبہ کہتے ہیں تو بڑا جبر کر کے جلد جلد چند لقمے کھا لیتا ہوں بظاہر تو میں روٹی کھاتا ہوا دکھائی دیتا ہوں مگر میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے پتہ بھی نہیں ہوتا کہ وہ کہاں جاتی ہے اور کیا کھاتا ہوں۔ میری توجہ اور خیال اسی طرف لگا ہوا ہوتا ہے۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۳۷۶-۳۷۷)

خالی بیٹھنے کو جی نہیں کرتا

تفسیر کا کام تو ختم ہو گیا اور ہم چاہتے تھے کہ دوسرے ضروری کاموں کے شروع کرنے سے پہلے دو تین دن آرام کر لیتے مگر جی نہیں چاہتا کہ خالی بیٹھے رہیں۔ مثنوی مولانا روم میں لکھا ہے کہ ایک بیماری ہوتی ہے کہ انسان چاہتا ہے کہ اس کو ہر وقت کوئی مکیاں مارتا رہے ایسا ہی اہل اللہ کا حال ہوتا ہے کہ وہ آرام نہیں کر سکتے۔ کبھی خدا ان پر محنت نازل کرتا ہے اور کبھی وہ آپ کوئی ایسا کام چھیڑ بیٹھتے ہیں جس سے اُن پر محنت نازل ہو۔

نہایت درجہ برکت کی بات یہ ہے کہ انسان خدا کے واسطے کسی کام میں لگا رہے۔ جو دن بغیر کسی کام کے گزر جائے وہ گویا غم میں گزرتا ہے۔ اس سے زیادہ دُنیا میں کچھ حاصل نہیں کہ انسان خدا کے واسطے کام کرے اور خدا اُس کے واسطے راستہ کھول دے اور اُسے مدد عطا فرما دے۔ مگر بغیر اخلاص کے تمام محنت بے فائدہ ہے۔ خالصۃً للہ کام کرنا چاہیئے۔ کوئی اور غرض درمیان میں نہ آوے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۱۸-۲۱۹)

خدمتِ دین کے لیئے دیوانہ وار تڑپ

تکلفات میں وقت ضائع کرنا حضور کو ناپسند تھا۔ اس کے متعلق حضور نے فرمایا :-

"میرا تو یہ حال ہے کہ پاخانہ اور پیشاب پر بھی مجھے افسوس آتا ہے کہ اتنا وقت ضائع جاتا ہے۔ یہ بھی کسی دینی کام میں لگ جائے۔ کوئی مشغولی اور تصرف جو دینی کاموں میں حارج ہو اور وقت کا کوئی حصہ لے مجھے سخت ناگوار ہے۔ جب کوئی دینی ضروری کام آ پڑے تو میں اپنے اوپر کھانا پینا اور سونا حرام کر لیتا ہوں جب تک وہ کام نہ ہو جائے۔ ہم دین کے لیئے ہیں اور دین کی خاطر زندگی بسر کرتے ہیں۔ پس دین کی راہ میں ہمیں کوئی روک نہ ہونی چاہیئے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۶)

کام سے محبّت

فرمایا کہ :-
"اوّل تو بوجہ علالتِ طبع کے فارغ نشینی رہی۔ اب خدا تعالیٰ نے کچھ صحت عطا فرمائی ہے تو قلم میں بھی قوّت آ گئی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ صحت رکھے تو فارغ نشینی اچھی نہیں ہے۔ بندہ اگر خدمت ہی کرتا رہے تو خوب ہے۔"
(ملفوظات جلد ہفتم صہ ۳۰۹)

تحریر بتائیدِ الٰہی

ذکر چل پڑا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے حضرت اقدس کو تمام مقابلہ کی تحریروں میں مدد دیتا رہا کہ اکثر اوقات حضرت اقدس بیمار تھے اور میعادِ مقابلہ نزدیک آ گئی تو اس حالت میں بڑی سختیوں سے راتوں کو بیٹھ بیٹھ کر کتابیں لکھیں۔ حضور نے فرمایا کہ :-
"میں تو ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتا اگر خدا تعالیٰ کی طاقت میرے ساتھ نہ ہو۔ بارہا لکھتے لکھتے دیکھا ہے کہ ایک خدا کی روح ہے جو تیر رہی ہے۔ قلم تھک جایا کرتی ہے مگر اندر جوش نہیں تھکتا۔ طبیعت محسوس کیا کرتی ہے کہ ایک ایک حرف خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔" (ملفوظات جلد چہارم صہ ۱۶۴)

فراغت سے بے چینی

"جیسے ایک مرض ہوتی ہے کہ اس میں جب تک ٹکیاں مارتے رہیں تو آرام رہتا ہے اسی طرح فراغت میرے واسطے مرض ہے۔ ایک دن بھی فارغ رہوں تو بے چین ہو جاتا ہوں۔ اس لیئے ایک کتاب شروع کر دی ہے جس کا نام حقیقتِ دُعا رکھا ہے۔ ایک رسالہ کی طرز پر لکھا ہے۔"
(ملفوظات جلد پنجم صہ ۲۲۷-۲۲۸)

بدن تکلیف اُٹھانے کے واسطے ہے

بکثرت مضمون نویسی اور کاپی وغیرہ دیکھنے میں جو تکلیف انسان کو ہوتی ہے اس کو مدّنظر رکھ کر ایک خادم نے (ظہر کے وقت) اس تکلیف میں حضور کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کیا جس پر حضرت اقدس نے فرمایا :-
"بدن تو تکلیف کے واسطے ہے۔"
(ملفوظات جلد چہارم صہ ۲۶۹)

امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کا عید کے موقع پر اہم ارشاد

عید کے موقعہ پر غریب بھائیوں کے ساتھ اپنے سکھ بانٹیں

"آج عید کی نماز کے بعد ضروری امور سے فارغ ہو کر وہ لوگ جن کو خدا نے نسبتاً زیادہ دولت عطا فرمائی ہے، زیادہ تموّل کی زندگی بخشی ہے وہ کچھ تحائف لیکر غریبوں کے ہاں جائیں اور غریب بچوں کے لئے کچھ مٹھائیاں لے جائیں جو اُن کے گھر میں زائد پڑی تھیں اور جو اُن کا پیٹ خراب کرنے کے لئے مقدر تھیں وہ غریب بچوں کا پیٹ بھرنے کے لئے ساتھ لے جائیں اور وہ زائد پھل بھی جس نے زائد از ضرورت استعمال کی وجہ سے ان کو ہیضہ کر دینا تھا غریب بچوں کو دیں تاکہ ایک دن تو ایسا ہو کہ ان کو بھی کچھ نصیب ہو۔ تو کچھ وہ پھل پکڑیں کچھ مٹھائیاں گھر سے اُٹھائیں کچھ بچوں کے لئے جو ٹافیاں یا چاکلیٹ آپ نے رکھے ہوئے تھے وہ لیں اور بچوں سے کہیں آؤ بچو آج ہم ایک اَور قسم کی عید مناتے ہیں ہمارے ساتھ چلو ہم بعض غریبوں کے گھر آج دستک دیں گے، ان کو عید مبارک دیں گے، اُن کے حالات دیکھیں گے اور ان کے ساتھ اپنے سُکھ بانٹیں گے۔

اگر منظم طریق پر اس کام کو کیا جائے تو اس کا بہترین طریق یہ ہو گا کہ آپ صدر محلّہ کے پاس پہنچیں تاکہ لوگ ایک ہی گھر میں بار بار نہ جائیں اور ایسے گھروں میں نہ جائیں جہاں ضرورت نہ ہو۔ صدر محلّہ کو معلوم ہوتا ہے کہ اس محلّے میں کون کون غریب لوگ رہتے ہیں جو اس حُسنِ سلوک کے زیادہ مستحق ہیں۔ ....

وہ لوگ جو نسبتاً آسودہ حال ہیں جن کو عید کے دن یہ احساس نہیں ہوتا کہ پیسے ہوتے تو ہم بچوں کی خوشیاں کرتے وہ سارے امراء ہیں ایسے لوگ جب تیاری کر لیں تو اپنے اپنے محلّہ کے صدر کے پاس پہنچیں اور ان سے کہیں کہ بتاؤ ہمارے حصّہ میں کون سے گھر دیتے ہو۔ اگر تین گھروں میں جانا ہے تو تین گھروں کی فہرست لے لیں اگر چار یا پانچ میں جانا ہے تو ان کی فہرست لے لیں اور لازماً ایک سے زیادہ گھر ڈھونڈنے چاہئیں۔ ....

آپ نے عید منانی ہے آپ اپنی توفیق کے مطابق جتنی عید بھی منا سکیں بہتر ہے۔ اسی طرح اگر آپ غریب لوگوں کے گھروں میں جائیں گے اور ان کے حالات دیکھیں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بعض لوگ ایسی لذتیں پائیں گے کہ ساری زندگی کی لذتیں اُن کو اس لذت کے مقابل پر ہیچ نظر آئیں گی اور حقیر دکھائی دیں گی۔ ....

پاکستان کی جماعتوں کے لئے یہ نصیحت ہے کہ یہ بات آپ کی محبت کے پیغام کی راہ میں روک نہ بنے کہ بعض لوگوں نے آپ پر ۱۹۵۳ء یا ۱۹۷۴ء میں ظلم کئے تھے۔ خواہ کسی نے کچھ کیا ہو اس عید کی خوشیوں میں ان کو بھی شامل کریں جنہوں نے ظلم کئے ہیں اگر آپ اُن کے گھر جا سکتے ہیں اور حالات کا تقاضا ہو کہ نفرتیں نہ پھیلیں بلکہ محبت پیدا ہو تو اُن کے ہاں بھی بے شک تحفہ لے کر جائیں۔ اُن سے کہیں کہ ہماری عید ان چیزوں سے بالا ہے اور آزاد ہے کہ تم نے ہم سے کیا کیا"۔ (الفضل ۲۶ جولائی ۱۹۸۳ء)

مرحلۂ رسن و دار

سامنا ہم نے کیا الحاد کی یلغار کا
دل پہ ہر گھاؤ سہا ہے وقت کی تلوار کا

ہر قدم پر اک قیامت۔ ہر روش محشر بدوش
زیبِ لب تھا نام لیکن احمدِ مختار کا

وقت شاہد ہے کہ ہم نے عجزِ کامل کے طفیل
زور توڑا دشمنانِ دین کے پندار کا

اہلِ دُنیا کا تعصب، ساری دُنیا کے شکوک
کیا یہی انعام ہے حق کے علمبردار کا

نفرت و تحقیر کے کانٹے ہماری راہ میں
یہ صلہ تھا داعیانِ موسمِ گلبار کا

مرحلہ در مرحلہ جرم و سزا کے مخمصے
ہر قدم پر مرحلہ درپیش رسن و دار کا

ہم نے دل کی روشنی دی ایک تیرے نام پر
ہم نے منہ پھیرا جہاں کے ہر اندھیرے غار کا

ہم لٹے۔ برسوں لُٹے کٹتے رہے ہر دور میں
تھا سہارا ہم کو لیکن اک ترے انوار کا

جنگلوں میں ہم نے روشن کر دیئے تیرے چراغ
دشت کو تحفہ دیا ہم نے ترے کردار کا

کیا کہیں کس سے کہیں کیسے کہیں۔ شرحِ ستم
کوئی پیرایہ نظر آتا نہیں اظہار کا

سنگباری کا یہ عالم نطق تک مجروح ہے
راستے مسدود ہیں اور دم نہیں گفتار کا

وقت کی رفتار نے مجبور کر کے رکھ دیا
جبر کس کس سے کہیں اس وقت کی رفتار کا

ہم ہیں عادل اور ہیں مضروبِ تیغِ عدل کے
کون تخمینہ لگائے ظلم کے معیار کا

آخرش کہنا ہے اتنا تیرے فیضِ خاص سے
تا بہ کے خونریز خنجر قاتلِ خونخوار کا

"شور کیسا ہے ترے کوچے میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا"

ثاقب زیروی

جرمنی میں مقیم احمدیوں کو حضرت امام جماعت احمدیہ کا انتباہ

اخلاق و کردار میں نمایاں تبدیلی پیدا نہ کی تو آپریشن کرنا پڑے گا

یہ معاملات احمدیت کی ترقی میں رکاوٹ ہیں۔ اس سال کو تربیت کا سال بنا دیں!

(خلاصہ خطبہ بتاریخ یکم اپریل ۱۹۸۸ء بمقام "ناصر باغ" فرانکفرٹ مغربی جرمنی)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے انگریزی مقولہ "مغرب مغرب ہی ہے اور مشرق مشرق ہی ہے" پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اپنے اندر کافی حد تک صداقت رکھتا ہے۔ کیونکہ باوجودیکہ مغربی ممالک میں آنے والوں نے مغربی ممالک کے رنگ ڈھنگ اختیار کر لیے ہیں اور بعض مغربی رجحانات میں وہ اُن سے آگے بڑھ گئے ہیں لیکن اس کے باوجود اُن کی فطرتوں کے درمیان اور اُن کی زندگی کی آرزوؤں میں کوئی امتزاج نہیں۔ وہ اکٹھے رہ کر بھی، ایک جیسے نظر آکر بھی بالکل الگ الگ ہیں۔ یہی معنی ہیں اس مقولہ کے کہ وہ سفید فام لوگ جو بعض دفعہ مشرقی رنگ اختیار کر چکے ہیں وہ مشرقی عادات اختیار کرنے کے باوجود بھی مغربی ہی رہتے ہیں۔

حضور نے فرمایا لیکن ایک اور رستہ اور امکان پیدا ہو رہا ہے کہ یہ مقولہ غلط ثابت ہو سکتا ہے اور ہوگا۔ قوموں کے درمیان امتزاج کی ایک راہ احمدیت کے ذریعہ کھل رہی ہے اور یہ راہ وسیع تر ہوتی چلی جارہی ہے۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام دنیا کو ایک ہاتھ پر اور ایک مزاج پر اکٹھا کرنا اللہ تعالیٰ کی منشاء ہے۔

حضور نے فرمایا پاکستان سے آنے والے احمدی مختلف طبقات اور علاقوں سے آنے والے لوگ ہیں جو بعض ایسی عادات بھی لے کر آئے ہیں جو دینی عادات نہیں ہیں۔ اور بدقسمتی سے ان سب مزاجوں میں ایک بھاری عنصر ایسا ہے جو دینی نہیں بلکہ دین کا دشمن ہے، وہ جھوٹ کی عادت ہے۔ یہ ایسی خوفناک خصلت ہے کہ جب مغربی قومیں آپ کے اس امتزاج کو دیکھیں گی تو اُن میں سے ہر ایک یہ تمیز نہیں کر سکے گا کہ یہ آپ کے دین کی خصلت نہیں بلکہ اس کی دشمن ہے جو بدقسمتی سے بعض مسلمانوں نے اپنا رکھا ہے۔ جب یہ لوگ اس پہلو سے آپ کا جائزہ لیں گے تو اُن کے اندر جو ردِ عمل پیدا ہوگا وہ بین الاقوامی امتزاج کی راہ میں خطرات پیدا کرتا ہے۔

حضور نے مزید فرمایا جرمنی میں آنے والے احمدیوں میں بعض وہ کمزوریاں زیادہ ہیں جو بین الاقوامی امتزاج پیدا

کرنے میں روک بن سکتی ہیں۔ اور بہت سی عادات ہیں جو انہوں نے یہاں آنے کے بعد اختیار کر لی ہیں۔ بعض لوگ اپنے ملک میں نیکی اس لئے کرتے ہیں کہ ان بے چاروں کا بس نہیں چلتا۔ چنانچہ بعض جو نیکیاں، جو اپنے ملک میں دکھائی دیتی ہیں بے چارگی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی نیکیاں تھیں۔ جب ایک غیر ملک میں آئے اور انہوں نے دیکھا کہ یہاں کوئی پوچھنے والا نہیں تو اُن کی مخفی کمزوریاں ظاہر ہو گئیں اور عصمت بھی جاتی رہی۔ چنانچہ ایسے خاندانوں کا پتہ چلا جو شریف اطوار والے خاندان تھے مگر یہاں آتے ہی نہ صرف پردہ ہی اُترا بلکہ ہر بدی میں انہوں نے دَوڑ لگا دی اور مغربی معاشرے کی بُرائیوں میں بہت زیادہ آگے بڑھ گئے۔ کچھ بدیاں ساتھ لے کر آئے۔ کچھ نیکیاں جو کھوکھلی تھیں اور بے چارگی کے نتیجہ میں تھیں یہاں آکر اُن کے پردے پھٹ گئے۔ اس کے نتیجہ میں جو چیز نمودار ہوئی وہ نہایت ہی خطرناک ثابت ہوئی اور دورے کے دوران مجھے بڑے باشعور لوگوں نے یہ سوالات کئے کہ ہمیں سمجھائیں کہ ہم اندھیرے اور روشنی میں کس طرح تمیز کریں جبکہ ایسا ملا دیا گیا ہے کہ جیسے سفید اور کالے دھاگے کا تانا بانا ہو۔ پتہ نہ چلے کہ کہاں کالا ہے اور کہاں سفید۔ حضور نے فرمایا یہ وہ تانوات ہیں جو شدید ردّ عمل دکھاتے ہیں اور دین کی بہت بدنامی ہوتی ہے۔

حضور نے فرمایا بدقسمتی سے ہمارا مذہب ہی ایسا ہے جسے سب سے زیادہ نفرتوں کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

حضور نے فرمایا کسی مذہب کی طرف اس کے ماننے والوں کے بداخلاق منسوب نہیں کئے جاتے لیکن یہ ایک ایسا مظلوم مذہب ہے کہ اگر آپ اس سے وابستہ ہیں اور آپ کے اعمال کمزور ہیں تو لازماً اس دین کو نفرتوں کا نشانہ بنایا جائے گا۔ تو اس پہلو سے پاکستانی احمدیوں کی ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ کئی قسم کے نقصانات وہ اپنی قومیت کو پہنچاتے ہیں، اپنے مذہب کو پہنچاتے ہیں اور ان مقاصد کی راہ میں حائل ہو جاتے ہیں جن کو حاصل کرنے کے لئے ان کو پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے یہ چھوٹی چھوٹی جو بُرائیاں آپ میں پائی جاتی ہیں یہ وہم نہ کریں کہ یہ آپ کے انفرادی معاملات ہیں۔ یہ ہرگز انفرادی معاملات نہیں ہیں۔ یہ قومی معاملات ہیں۔ انہوں نے احمدیت کی نشوونما پر ان ملکوں میں گہرے اثر چھوڑنے ہیں۔ اس لئے جماعتوں کو میں نصیحت کر رہا ہوں کہ بہت زیادہ منظم تربیت کے پروگرام بنانے چاہئیں اور تمام آنے والوں پر اس پہلو سے بڑی گہری نظر رکھنی چاہیئے۔ لیکن اگر یہ تربیت فائدہ نہ دے اور اخلاق اور کردار میں نمایاں پاک تبدیلی پیدا نہ کرے تو لازماً ہمارے لئے آپریشن کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ اس صورت میں بہتر ہے کہ ہم اُن کو جماعت سے علیحدہ کر دیں اور دین اور احمدیت کو بدنامی سے بچائیں۔ اور اس عظیم عالمی پروگرام کی راہ میں حائل نہ ہونے دیں جو احمدیت میں تمام قوموں کو ایک ہی معاشرے میں تبدیل کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔

فرمایا اگلی صدی میں بہت کم وقت ہے اور اگر ہم پوری طرح روحانی اور اخلاقی لحاظ سے تیار ہو کر اس صدی میں داخل نہ ہوئے تو آخر کا کیا حال ہو گا؟ اس لئے میری جو فکر ہے وہ میری تنہا نہیں بلکہ آپ سب کی فکر بنی چاہیئے۔ اور یہ فکر دعاؤں میں تبدیل ہونی چاہیئے۔ ورنہ اتنی بڑی ذمہ داریاں ہم پر ڈالی گئی ہیں ہم

ان کو ہرگز ادا نہیں کر سکیں گے۔

حضور نے آخر میں فرمایا کہ نظام جماعت اس سال کو تربیت کا سال بنائے۔

بیویوں سے بدتمیزی کرنے والے دنیا کی اصلاح نہیں کر سکتے

بدخلقی کو روکنے کے لئے گھروں کے ماحول کو سنبھالیں!

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے اور حضور انور تمام احباب جماعت کو محبت بھرا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بھجواتے ہیں۔

(خلاصہ خطبہ جمعہ بتاریخ ۲۵ر مارچ ۱۹۸۸ء بمقام بیت الفضل۔ لندن)

حضور نے اعلیٰ اخلاق پر عمل کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا گھروں میں سب سے پہلے خاوند اور بیوی ہیں۔ جو خاوند اپنی بیوی سے اخلاق نہیں برت سکتا اس نے دنیا کو کیا اخلاق سکھانے ہیں۔ جو بیوی اپنے خاوند کے حقوق ادا نہیں کر سکتی اس نے دُنیا کو کیا اخلاق سکھانے ہیں۔ ایسا ماحول جس میں خاوند اپنی بیوی کے ساتھ بدتمیزی اور بدخلقی اختیار کر رہا ہے اور بیوی اُس کے خلاف باغیانہ رویہ اختیار کرتی ہے، ایسے ماحول میں جو بچے پلیں گے وہ دُنیا کے اخلاق کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ اُن کے متعلق قرآن کریم کی یہ آیت صادق آتی ہے کہ تم اپنی اولادوں کو قتل کرنے والے ہو۔ ایسا ہرگز نہ کرو۔ جب تم اپنی اولاد کو اپنے ہاتھ سے قتل کر رہے ہو تو دنیا کو کیسے زندہ کر سکتے ہو۔

حضور نے فرمایا تمام گھروں میں بہت ضروری ہے کہ ہر خاوند اپنی بیوی کے ساتھ حسن معاملگی کرے، حسن معاشرت کرے، اس کے جذبات کا خیال رکھے، اس سے نرم کلامی کرے۔ اس ضمن میں حضور انور نے حضرت بانیٔ سلسلہ کے ارشادات کو جماعت کے سامنے بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا اور فرمایا کہ ہر انسان کو اپنا جائزہ لینا چاہیئے کہ وہ اپنی بیوی سے حُسن سلوک کر رہا ہے یا نہیں؟

حضور نے فرمایا مجھے کثرت سے ایسی اطلاعات ملتی ہیں کہ مَردوں کا اپنی بیویوں سے حُسن معاشرت کا سلوک نہیں ہے۔ اگر ایسا ہے تو جماعت کی ساری محنت ضائع جائے گی۔ اتنے زیادہ جو کارخانے بنائے جا رہے ہیں دنیا کو حق کی طرف لانے کے وہ سارے بے اثر ہو جائیں گے۔ بدخُلق انسان روحانیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اور اس کے متعلق یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ داعی الی اللہ بنے گا یا اس کی دعوت الی اللہ میں کوئی تاثیر ہو سکتی ہے اسلیئے جو لوگ اپنی بیویوں سے بدخلقی اور بدتمیزی کرتے ہیں، تحکم کی راہ اختیار کرتے ہیں وہ دنیا کی اصلاح کا کام نہیں کر سکتے۔

حضور نے فرمایا بعض لوگ عورتوں پر ہاتھ اٹھانے میں جلدی کرتے ہیں اور ذلّت کرتے ہیں۔ فرمایا مرد کو اس پہلو سے افضل قرار دیا گیا ہے کہ وہ اس پر خرچ کرتا ہے نہ یہ کہ اس کو اس کا حاکم بنایا گیا ہے۔ اس لیئے قوّام کہہ کر مرد کے فرائض میں یہ بات داخل کی گئی ہے کہ وہ بہت محنت کرے۔ اور اس کی محنت کا آخری مقصود یہ ہو کہ اپنے گھر پر، اپنی بیوی کے آرام پر، اس کی آسائش پر، اس کی خواہشات پوری کرنے پر اور اپنے بچّوں کی ضروریات پوری کرنے پر اس محنت کے ماحصل کو خرچ کرے۔

حضور نے فرمایا احمدیت میں بدخُلقی کی باتوں کو برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیئے بدخُلقی کو اگر آپ نے رد کرنا ہے تو سب سے پہلے گھروں کے ماحول کو سنبھالیں۔ گھروں کو بداخلاق بنانے والے جتنے بھی محرکات ہیں اُن کا گلا گھونٹیں۔ ان کو جب تک نیست و نابود نہیں کرتے محض ایک فرضی جہاد کے کوئی بھی معنی نہیں ہیں۔ بدیاں گھروں سے نکلتی ہیں اور پھر گلیوں میں پھیل جاتی ہیں اور پھر وہ قوموں کو ہلاک کر دیا کرتی ہیں۔ پس جماعتِ احمدیہ کو باشعور جماعت کے طور پر ان بدیوں کے خلاف جہاد کرنا چاہیئے اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دینے سے پہلے اپنے گھروں میں اعلیٰ اخلاق پیدا کریں اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی بدخلقی کو برداشت نہ کریں۔ عورتوں اور بچّوں کے ساتھ معروف سلوک کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ اپنی بیویوں سے تم ایسی معاشرت کرو جس میں کوئی امر خلاف اخلاق معروفہ کے نہ ہو۔ بیوی ضعیف اور مسکین ہے اس لیئے اس کے ساتھ نرمی برتنی چاہیئے اور ان پر رحم کرنا چاہیئے۔

حضور نے فرمایا حضرت بانیٔ سلسلہ کے نمونہ کو اس ضمن میں پیش نظر رکھیں تا کہ وہ نمونہ زندہ ہو جو انسانیت کے اعلیٰ ترین معیار پر پہنچانے والا نمونہ ہے۔

آج دُنیا میں جماعتِ احمدیہ کے سوا کوئی ایسی جماعت نہیں جو وقارِ عمل کے ذریعے خود اپنے اور دوسروں کے کام کرتی ہو

(خلاصہ خطبہ جمعہ ۸ / اپریل ۱۹۸۸ء بمقام "گلاسگو" بیت الرحمٰن گلاسگو)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا کہ گلاسگو کی یہ بیت الذکر جسے ایک ہال خرید کر بیت الذکر میں تبدیل کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتِ احمدیہ کے وقارِ عمل اور افرادِ جماعت میں پائی جانے والی خدمتِ دین کی رُوح کا ایک نشان ہے۔ یہ اور اس کے گرد و نواح کے کمرے نہایت بوسیدہ حالت میں تھے ان بوسیدہ حصّوں کو گرانے ملبے کو صاف کرنے اور دوبارہ تعمیر پر اُٹھنے والے اخراجات کا اندازہ دو لاکھ اسّی ہزار

پونڈ کے قریب قریب بنتا تھا جس کی جماعت کو استطاعت نہ تھی چنانچہ مجھے خیال آیا کہ جماعت کی اصل طاقت تو اس خدمت اور جذبے کی رُوح میں ہے جو جماعت کی زندگی کا نشان ہے۔ چنانچہ شمالی انگلستان کے احباب کو تحریک کی گئی اور مکرم عبدالرشید صاحب آرکیٹیکٹ کی نگرانی میں ربوہ کے دو مخلص اور خدمت کے جذبہ سے سرشار دوستوں مکرم احسان صاحب اور مکرم عزیز صاحب نے معماری کا کام کیا۔ انصار، خدام اور اطفال نے جس محنت سے کام کیا وہ ایک لمبی داستان ہے۔ بدبودار ملبے کو صاف کرتے ہوئے کئی اُن میں سے بیمار بھی پڑ گئے۔ بہت غیر معمولی استقلال سب نے دکھایا۔ اور آج یہ عمارت خدا کے فضل سے بالکل ایک نئی شکل میں ہمارے سامنے ظاہر ہوئی ہے۔

حضور نے فرمایا۔ اگرچہ اس کا افتتاح رسمی طور پر آج سے بہت پہلے ہو چکا ہے لیکن اس خدمت کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے مَیں نے خود اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس کا از سرِ نو افتتاح کیا جائے اور ان سب مخلصین کے ساتھ تصویر کھنچوائی جائے جسے یہاں آویزاں کیا جائے۔ نیز مجھے خیال آیا کہ جوبلی پروگرام میں وقارِ عمل کو بھی پیش کیا جائے۔ آج ساری دنیا میں کوئی دینی جماعت ایسی نہیں جسے وقارِ عمل کے ذریعہ خود اپنے اور دوسروں کے کام کرنے کی توفیق ملتی ہو۔ جیسے راستے بنانا، گندے گڑھے بھرنا، سیلاب زدگان کی مدد کرنا وغیرہ۔

حضور نے فرمایا۔ ایک دفعہ لاہور کے علاقے میں سخت سیلاب نے آکر غریبوں کی بستیاں صاف کر دیں۔ اُن کے لیئے سر چھپانے کی جگہ نہ تھی۔ اُن غریب لوگوں کے قریب جماعت اسلامی والوں کا مرکز تھا جو اُن کو ہماری جماعت کے خلاف تو اُکساتے تھے مگر اس کٹھن وقت میں اُن کی مدد کو نہ آئے۔

حضرت مصلح موعود نے مجھے بُلایا۔ مَیں قائد خدام الاحمدیہ ربوہ تھا۔ حضور نے نارمل طریق سے ہٹ کر براہ راست مجھے ہدایت کی کہ فوراً اُن غرباء کی مدد کو پہنچو۔ جو ضرورت ہو مجھے بتاؤ۔ کوئی ضرورت نہیں انتظامی طریق اختیار کرنے کی۔ اس سلسلہ میں حضور انور نے فرمایا کہ اس ضمن میں یہاں یہ بتا دوں کہ جب نیچے سے اُوپر چیز حرکت کرتی ہے تو انتظامی رستہ اختیار کرنا ضروری ہوتا ہے اور اُوپر کے افسر کو حق حاصل ہوتا ہے کہ استثنائی حالات میں کسی مصلحت کے تحت درمیانی رستوں کو نظر انداز کر دے۔ لیکن اگر اس میں بدنیتی شامل ہو تو یہ ناپسندیدہ ہے۔ مگر یہ کہنا کہ افسر بالا کو اختیار نہیں، یہ غلط بات ہے۔ اس اصول کے تحت حضور نے براہ راست مجھے یہ حکم دیا چنانچہ ربوہ سے راجگیری کا کام جاننے والے دوست اور دیگر خدام لے کر لاہور کے خدام کی مدد سے ہم نے دیکھتے ہی دیکھتے ان غرباء کی گری ہوئی بستی کھڑی کر دی۔ اس پر وہ لوگ بڑے حیران ہوئے۔

حضور انور نے فرمایا۔ چونکہ یہ جماعت کا امتیازی نشان اور رُوح ہے اس لیئے مجھے خیال آیا کہ اسے صد سالہ جوبلی میں تصاویر کی شکل میں پیش کرنا چاہیئے۔ حضرت مصلح موعود جنہوں نے یہ مبارک رسم جاری کی تھی کی بھی تصاویر تھیں وہ بھی کہیں سے مل جائیں گی۔

حضور نے فرمایا۔ اب جماعتِ انگلستان میں بھی یہ رُوح پیدا ہوئی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ دو لاکھ اسّی ہزار

پونڈ کی بجائے یہ کام صرف اسّی ہزار پونڈ میں ہو گیا۔ حالانکہ اسّی ہزار پونڈ کا اندازہ تو صرف اس جگہ کی صفائی اور گند ہٹانے کے لیئے ہی لگایا گیا تھا۔ خود جنہوں نے ہمیں قریباً چالیس ہزار میں یہ جگہ دی، جانتے تھے کہ اس عمارت کو ایسا کیڑا لگا ہوا ہے کہ منہدم ہو جائے گی مگر ان کو یہ نہیں پتہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے ایک کیڑے مار جماعت بھی پیدا کی ہے جو ہر قسم کے گندے کیڑوں کا مقابلہ کر کے ایک حیاتِ نو بخشتی ہے۔

گلاسگو مشن کے باہر غیر احمدیوں کے مظاہرہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ آپ نے باہر جو آدمی دیکھے ہیں ان کی باتوں سے آپ کو پتہ لگ جائے گا کہ وہ کس قماش کے لوگ ہیں۔ اب سوائے جماعت کے خلاف گندے نعرے لگانے اور جمعہ چھوڑ کر یہاں آ کھڑے ہونے کے ان کو کوئی اور کام نہیں اور یہی ان کی دینی خدمت ہے۔ ان کے مقابل پر میں دیکھ رہا تھا کہ جماعت کے سارے دوست بڑے وقار کے ساتھ بغیر کسی غصہ کے ردّ عمل کے اظہار کے زیرِ لب لاحول اور استغفار پڑھتے ہوئے بیت الذکر میں داخل ہو رہے تھے۔ ایک ذرّہ ان کو پرواہ نہ تھی کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔ یہ وہ فرق ہے جو حضرت بانی سلسلہ کی سچائی کا ایک زندہ نشان ہے۔ اس نشان کو ہمیشہ زندہ رکھنا چاہیئے۔

حضور نے فرمایا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے دشمن اب تخریب کاری کی طرف مائل ہیں۔ اور بدبختی یہ ہے کہ وہ دین جو ساری دنیا کو امن دینے کے لیئے خدا نے قائم کیا تھا اس کو آج تخریب کاری کا نشان قرار دیا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ اس امام کا انکار ہے جسے خدا نے خود مقرر فرمایا تھا۔ حضور نے فرمایا امام سر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر سر کٹ جائے یا جسم اُسے قبول نہ کرے تو کچھ دیر جسم پھڑکتا تو ضرور ہے لیکن اس کی کوئی حیثیت نہیں رہتی یا اگر وہ اعصابی رستے خراب ہو جائیں جو جسم کو سر سے ملاتے ہیں تو جسم زندہ تو رہتا ہے مگر اس کی حرکتیں پاگلوں والی ہو جاتی ہیں۔ ایسے اوقات میں کسی مذہب کو خدا نے زندہ رکھنا ہو تو سر عطا کرتا ہے جس کا نام الٰہی امامت ہے۔

حضور نے فرمایا۔ سچائی کی آواز سے خوف جھوٹ کی علامت ہے۔ دنیا میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ سچائی نے جھوٹ کی آواز کو دبانے کی کوشش کی ہو۔ سو آپ کو خدا نے یہ امتیاز بخشا ہے کہ بجائے تخریب کے آپ تعمیر کی طرف متوجہ ہوں۔ اس پہلو سے جب ساری دُنیا کی وقارِ عمل کی تصویریں دنیا کے سامنے آئیں گی تو دنیا کو بغیر دلیل کے ہی عملی نمونوں سے معلوم ہو جائے گا کہ اس جماعت کی حقیقت اور رُوح کیا ہے۔ کیونکہ جو جماعت کسی ظالم نے بنائی ہو اُس میں ایسی تعمیراتی صلاحیتیں ہو ہی نہیں سکتیں۔

حضور نے فرمایا۔ دنیا تخریب کی طرف مائل ہے اور احباب جماعت تعمیر کی طرف۔ خود انگلستان کے وہ نوجوان جن کے بارے میں خیال تھا کہ ان پر مغربی تہذیب کا رنگ چڑھ رہا ہے وہ بہت ہی حیرت انگیز خدمت کرنے والے بن گئے ہیں۔ مغربی جرمنی میں بھی کثرت سے خدمتِ دین کرنے والے پیدا ہو رہے ہیں۔ ہجرت کے بعد تو ان کے رنگ ہی بدل گئے ہیں۔ حضور نے فرمایا یہ غریب مجاہد مالی قربانی پر لبیک کہنے پر اتنے مستعد رہتے ہیں کہ بعض اوقات مجھے جبراً روکنا پڑتا ہے کہ اتنی قربانی نہیں دینی۔

فرمایا۔ ان مخالفوں کا آجکل پاکستان میں بھی زور ہے۔ مگر وہاں کے افرادِ جماعت کا یہ کردار ہے کہ مجھے اور باہر کی جماعتوں کو تسلیاں دیتے ہیں، بجائے اس کے کہ مَیں ان کو صبر کی تلقین کروں۔ یہ ساری علامتیں ہیں زندگی کی۔ اور خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ امام کے سوا اِس مادہ پرست دنیا میں کوئی یہ معجزہ نہیں دکھا سکتا۔ ناممکن ہے کہ ایک عام انسان اس مٹی کو پکڑے اور اس خمیر سے ایک نئی رُوح ڈال دے۔ ایک ایسی جماعت پیدا کر دے جو پرندوں کی طرح آسمان کی بلندی کو چھوئے، یہی مسیحیت کا معجزہ ہے جو کسی نہ کسی شکل میں پہلے بھی رونما ہوُا اور آج بھی حضرت بانیٔ سِلسلہ کے ہاتھوں بڑی شان کے ساتھ دنیا کے ہر ملک میں ظاہر ہو رہا ہے۔ یہ معجزہ افریقہ میں بھی رونما ہو رہا ہے وہاں کے احمدی بھی اردگرد کے لوگوں کے درمیان اِک نئی مخلوق لگتے ہیں۔ اِس بات کا اظہار کئی بار وہاں کے افسروں نے مجھ سے کیا۔

حضور انور نے فرمایا اس فیض رسانی کی رُوح کو ہمیشہ زندہ رکھیں اور آگے نوجوان نسل میں منتقل کرتے رہیں۔

حضور نے فرمایا پچھلے دنوں کینیڈا کے ایک مشہور پروفیسر نے پاکستان کے مختلف شہروں کا دَورہ کرنے کے بعد وہاں کے ایک معروف ریڈیو اسٹیشن کو انٹرویو دیتے ہوئے جماعت کے بارہ میں کہا کہ جماعت احمدیہ کے دشمن جس طرح چاہیں اُن کو دین سے الگ، کٹے ہوئے، مرتد کہیں مگر جو مَیں دیکھ کر آیا ہوں وہ یہ ہے کہ دین کی زندگی کا انحصار اس جماعت پر ہے۔ میرا خیال تھا کہ سَو سال کے مصائب نے اِس جماعت کا سارا جوش ٹھنڈا کر دیا ہے مگر یہ جماعت اُسی طرح زندہ ہے جس طرح سَو سال پہلے زندہ تھی۔ اِس پر کسی قسم کے موت کے آثار نہیں۔ اِس کا ہر فرد اِس یقین سے بھرا ہوُا ہے کہ چاہے کچھ ہو جائے آخری فتح ہماری ہے! ایسی جماعت کے بارہ میں کون کہہ سکتا ہے کہ یہ ناکام ہوگی۔ سو دعا کریں کہ یہ جوش و جذبہ اور یہ رُوح ہمیشہ ہی زندہ رہے۔ یہ مخالف تو دن بدن مُردہ ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

ربوہ سے چند دن پہلے کی رپورٹ ہے کہ ربوہ میں انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے نام پر جلسے کیے۔ حلووں کی دیگیں چڑھائی ہوئی تھیں اور یہ شعر بار بار پڑھتے تھے کہ :-

حلوے مانڈے چاڑاں گے　—　مرزائیاں نوں ساڑاں گے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ تمہارے حلووں سے احمدیوں کے جلنے کا کیا تعلق؟ ہمیں تو خدا اپنے فضل عطا کر رہا ہے۔ حیرت انگیز انقلاب آ رہے ہیں۔ پرسوں ہی مجھے افریقہ کے ایک ملک کی بڑی معروف تجارتی شخصیت نے فون کیا۔ مَیں نے حیرت سے فون کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ آپ کے دَورے کا ہمارے ملک میں ایسا زبردست اثر پڑا ہے کہ مَیں نے کہا کہ آج ضرور آپ کو اس کی مبارکباد دوں۔

حضور نے فرمایا۔ جو کچھ کرنا ہے آپ نے کرنا ہے۔ تم تھوڑے ہو، مگر وہ تھوڑے کہ جن کے اندر قومیں بننے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ آپ اُن لوگوں کے غلام اور ورثاء ہیں جن میں سے ایک ایک کو اللہ تعالیٰ نے اُمت قرار دیا ہے۔ اس لیئے ہرگز دل مَیلا نہ کریں۔ خدا نے ترقیات کے لیئے عظمتوں کے لیئے اور فتح و ظفر

کے نشان کے لیئے آپ کو پیدا کیا ہے۔ آپ اپنی ان صلاحیتوں کو زندہ رکھیں جو فیض پہنچانے والی صلاحیتیں ہیں۔ اسی میں آپ کی زندگی ہے، اسی میں آپ کی بقاء ہے اور اسی میں آپ کے غلبے کی ضمانت ہے۔

رمضان کے بارے میں حضرت امام جماعت احمدیہ کا تازہ ترین تاکیدی ارشاد

کوشش کریں کہ ایک احمدی بھی رمضان کی برکتوں سے محروم نہ رہے

(خلاصہ خطبہ جمعہ بتاریخ ۱۵ اپریل ۱۹۸۸ء بمقام بیت الفضل لندن)

حضور انور نے رمضان المبارک کی اہمیت اور فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ روزہ عبادت کی معراج ہے اور تعلق باللہ کے لحاظ سے مومن کی زندگی میں اس کی بہت اہمیت ہے۔ اس میں تعلق باللہ کے بے شمار مواقع ہیں۔
حضور نے فرمایا۔ آج یہ بحث اُٹھ رہی ہے کہ اگر چاند کسی اور مُلک میں نظر آجائے تو کیا دوسرے مُلک کے لوگ بھی پہلے ملک کی گواہی پر روزہ رکھ سکتے ہیں۔ اگرچہ فقہائے احناف اس مسئلہ کے قائل ہیں مگر اکثریت فقہاء کی اس بات کی قائل ہے کہ ہر علاقے اور ملک کی اپنی اپنی رُویت ہے۔ اس لیئے یہ ضروری نہیں کہ سارے عالم کے لیئے ٹھیک ایک دن ہی رمضان یا عید آئے۔ جغرافیائی طور پر بھی ہر ملک کا اپنا اُفق الگ ہے تو وہ مسلک جس کو قانونِ قدرت اور فقہاء کی اکثریت ٹھیک کہہ رہے ہیں وہی درست مسلک ہے۔ اور اسی کی جماعت احمدیہ پیروی کرتی ہے۔

چاند دیکھنے کے بارے میں حضور نے فرمایا کہ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے منجموں کے اندازوں کو سختی سے رد فرمایا ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ رُویت بہت اہم ہے۔ اس لیئے آپ نے فرمایا ہے کہ مغرب میں دُور بین یا خورد بین ایسے جو آلات ہیں یہ سب رُویت ہی کی قسمیں ہیں۔ آج کل رُویت پر بڑی بحث ہو رہی ہے۔ یہ علماء ایک طرف تو رُویت کی اس حد تک پیروی کرتے ہیں کہ رُوحِ مضمون کو بالکل باطل قرار دے دیتے ہیں۔ چنانچہ سائنسدانوں کے سائنسی اندازوں کو رد کرتے ہیں۔ صرف رُویت کی خاطر ہوائی جہازوں پر چڑھ کر اتنی بلندیوں پر جا کر چاند کو دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ دوسرے علاقوں کے اُفق پر پہنچ جاتے ہیں۔ یعنی وہ چاند جسے وہ دیکھ کر آتے ہیں اس علاقے میں طلوع ہی نہیں ہوا ہوتا کسی اور ملک کے اُفق کا چاند ہوتا ہے۔
حضور انور نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ جتنا رمضان میں اپنے بندوں کے قریب ہوتا ہے اتنا کسی اور مہینہ میں

نہیں ہوتا۔ اور اس کی رحمت کا یہ اظہار ایک دو پر نہیں بلکہ ہر جگہ ہوتا ہے اور یہ رحمت کا چھینٹا عام ہوتا ہے اور جن جن پر پڑتا ہے اُن کو خوش نصیب بنا دیتا ہے۔

حضور نے فرمایا۔ رمضان کے بندھنوں کو برداشت نہ کرنے والے مادہ پرستی کی زنجیروں میں جکڑے جاتے ہیں۔ پھر اگر وہ چاہیں بھی تو اُن بندھنوں سے رہائی نہیں پا سکتے۔

حضور انور نے فرمایا۔ میں پھر تاکید کرتا ہوں کہ کوشش کریں کہ ایک آدمی بھی رمضان کی برکتوں سے محروم نہ رہے۔ مریض اور مسافر بھی محروم نہیں رہ سکتے۔ وہ دعاؤں اور تہجد ایسی نیکیوں سے جھولیاں بھر سکتے ہیں۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ یہ رمضان ہمارے لئے یہ برکت بھی چھوڑ جائے گا کہ بکثرت وہ احمدی بھی روزہ دار بن جائیں گے جو قبل ازیں روزہ نہ رکھتے تھے۔ جتنے روزہ دار بڑھیں گے اُتنے باخدا انسان بڑھیں گے۔ اور جتنے باخدا انسان بڑھیں گے اُتنے ہی رحمتوں کے دروازے کھلیں گے۔

خطبہ ثانیہ میں حضور نے فرمایا کہ تحریک جدید کے سال نو کے اعلان کے وقت جرمنی کی جماعت کا ذکرِ خیر کرنا رہ گیا تھا۔ حالانکہ جرمنی یو۔کے اور امریکہ سے بھی آگے تھا۔ تحریکِ جدید میں پاکستان کے بعد سب سے زیادہ چندہ جرمنی کا ہے۔

اِس کے علاوہ حضور انور نے بعض مرحومین کی نماز جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔ جس میں خاص طور پر مکرم منیر الحصنی صاحب مرحوم امیر جماعت احمدیہ شام کا ذکرِ خیر فرمایا۔ اور حضور انور نے فرمایا کہ آپ اخلاص، وفا، تقویٰ اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے عشق میں بہت اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ ۱۹۲۷ء میں مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس کے ذریعہ احمدیت قبول کی۔ حضور انور نے فرمایا کہ مجھے اِس بارہ میں شبہ نہیں کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو جو الہاماً فرمایا تھا کہ یَدْعُوْنَ لَکَ اَبْدَالُ الشَّامِ وَعِبَادُ اللّٰہِ مِنَ الْعَرَبِ آپ ان ابدال الشام اور عباد اللہ من العرب میں سے تھے ؛

کوئی بعید نہیں کہ اوجڑی کیمپ کا حادثہ اللہ کی ناراضگی کا مظہر ہو

(خلاصہ خطبہ جمعہ بتاریخ ۲۲ اپریل ۱۹۸۸ء بمقام بیت الفضل لندن)

حضور انور نے پاکستان میں راولپنڈی اور اسلام آباد کے نزدیک اوجڑی کیمپ کے نہایت خوفناک و المناک حادثہ کا ذکر فرمایا جہاں اسلحہ کے ڈپو میں آگ لگنے سے بہت سا جانی اور مالی نقصان ہوا۔

حضور انور نے فرمایا کہ مجھے خوشی ہے کہ مکرم ناظر اعلیٰ صاحب نے فوری طور پر نہ صرف اِس واقعہ پر ہمدردی کا

پیغام بھیجا بلکہ متاثرین کی امداد کے لیئے کچھ رقم بھی بھجوائی۔ حضور نے فرمایا کہ اس کے علاوہ جب تک حکومتی ادارے مصیبت زدگان کی مدد کے لئے نہیں پہنچے فوری طور پر اسلام آباد اور راولپنڈی کے افرادِ جماعت نے متاثرہ علاقوں میں پہنچ کر مصیبت زدگان کی مدد کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی جزا دے۔

حضور انور نے بتلایا کہ انگلستان کی جماعت نے بھی یہاں سفیرِ پاکستان سے مل کر اظہارِ ہمدردی کے علاوہ دو ہزار پونڈ کا چیک بھی متاثرین کی مدد کے لیئے پیش کیا۔

حضور انور نے فرمایا کہ ایسے حادثات کسی ایک مُلک کا معاملہ نہیں رہا کرتے بلکہ انسانیت کا سانجھا دُکھ ہوتے ہیں۔ اس لیئے باقی دنیا کی جماعتوں کو بھی دعا اور ہمدردی کے علاوہ حسبِ توفیق کچھ نہ کچھ ان مصیبت زدگان کے لیئے بھجوانا چاہیئے۔

حضور نے فرمایا کوئی بعید نہیں کہ یہ واقعہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا مظہر ہو۔ اور اس بات کا احساس خود غیروں کو بھی ہو رہا ہے۔ اخبارات میں بھی ایسے بیانات چھپ رہے ہیں کہ یہ واقعہ واقعی خدا کی ناراضگی کا مظہر ہے۔ حضور نے فرمایا پاکستان کے ایک معروف ادیب اور شاعر نے مجھے اس مضمون کا خط لکھا ہے کہ مُلک کا یہ حال کسی بڑی ہستی کے انکار اور اُن کو دُکھ پہنچانے کے سبب ہُوا ہے۔

حضور انور نے بتایا کہ ملک میں بدامنی انتہاء کو پہنچ چکی ہے۔ چنانچہ گزشتہ سال عالمی اداروں کے مطابق پاکستان دنیا بھر میں بدامنی میں اوّل نمبر پر رہا ہے۔ جرائم حد سے بڑھ رہے ہیں۔ بداخلاقیوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ غرض ہر پہلو سے خوفناک صورتِ حال ہے۔ حضور انور نے تمام احباب جماعت کو نصیحت فرمائی کہ وہ اس رمضان المبارک میں خصوصیت سے قوم کے بچنے اور اس کی اخلاقی اور روحانی زندگی کے لیئے دعا کریں۔ فرمایا آپ کا اجر اس بات میں ہے کہ قوم بچ جائے اس کی اصلاح ہو اور یہ تکذیب کے گناہ سے محفوظ رہے ؛

بقیہ۔ ہمارے رسائل..... از صد ۳۲

مکرم مہدی علی صاحب

ان کا کہنا ہے کہ سائنس کے متعلق زیادہ سے زیادہ مضامین آنے چاہئیں۔ بیشک دوسرے رسائل جو کہ لائبریری میں آتے ہیں اُن سے استفادہ کر لیا جائے۔

جماعتی رسائل میں مواد کی مقدار کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ ہمارے رسالوں کا سائز بیشک کم کر دیا جائے لیکن ضخامت زیادہ ہو اور لکھائی باریک ہونی چاہیئے تاکہ مواد زیادہ چھپ سکے۔

مکرم منصور احمد انجم صاحب لیکچرار

ان کے خیال میں مختلف موضوعات پر فورم کروانے چاہئیں جس طرح کہ 'جنگ' وغیرہ کرواتے ہیں اور ضروری نہیں کہ وہ ربوہ میں ہی ہوں۔ مختلف مقامات پر کروا کے اُن کی کارروائی خالد میں بھجوائی جاسکتی ہے۔

کتابت کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ لکھائی بہرحال باریک ہونی چاہیئے اور مواد زیادہ سے زیادہ چھپنا چاہیئے کالم دو کی بجائے ایک ہی ہو۔

ایک عظیم رُوسی مفکّر
ٹالسٹائے
جو احمدیّت کے لٹریچر سے متاثر تھا

(مکرم بشارت احمد صاحب بشیر)

کونٹ ٹالسٹائے (۱۸۲۸ء - ۱۹۱۰ء) ایک عظیم روسی مفکّر اور ناول نویس گزرا ہے جس کی تحریرات اور تصانیف نے نہ صرف اس کے اپنے ہم وطنوں پر بلکہ دنیا کے علمی طبقہ کے دل و دماغ پر گہرے نقوش ثبت کئے ہیں۔ وہ نواب ابن نواب تھا۔ اس کی زندگی کا آغاز ایک فوجی کی حیثیت سے ہوا۔ وہ اپنے مفوضہ فرائض کے ساتھ ساتھ ناول نویسی کے میدان میں بھی طبع آزمائی کرتا رہا۔ جب اس کی پہلی کتاب چھپ کر منظرِ عام پر آئی تو مبصرین نے اُسی وقت اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ نوجوان ایک دن میدانِ ادب کا بے مثال شہسوار ثابت ہوگا۔ روسی ناول نویسوں اور ادیبوں میں اس کا نام سرِفہرست ہے۔

بچپن

وہ ابھی بچہ ہی تھا کہ شفقتِ مادری اور عطوفتِ پدری سے محروم ہوگیا۔ والدین کی کمی نے اس کی طبیعت کو زیادہ حساس بنا دیا تھا۔ وہ عموماً غمگین رہتا اور اپنے ہم جولیوں کی رفاقت و محبّت سے کوسوں دُور بھاگتا۔ اور تنہائیوں میں اپنے مستقبل کے بارہ میں اکثر سوچا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس کے دل میں یہ خیال جاگزین ہوا کہ موت انسان کی گھات میں بیٹھی ہے اس لیئے پُرمسرّت زندگی گزارنے کے لیئے انسان کو چاہیئے کہ وہ مستقبل سے بے نیاز ہو کر اپنے ماحول سے لطف اندوز ہو جیسا کہ وہ اپنی کتاب "بچپن" میں لکھتا ہے کہ اِس نظریہ نے اس کی زندگی کی کایا پلٹ دی۔ اب اس نے اپنی زندگی کو ایک ہی ڈگر پر ڈال دیا تھا۔ ناول پڑھ لینا اور مٹھائیاں کھا لینا اُس کا روزمرّہ کا معمول بن چکا تھا۔

تعلیم

۱۸۳۷ء میں اپنے والد کی وفات کے بعد اُسے قازان جانا پڑا جہاں اُسے اپنی چچی کی زیرِ سرپرستی زندگی بسر کرنے کا موقع ملا۔ یہ روسی خاتون خوش اخلاق، حلیم الطبع، متواضع اور مہمان نوازی کے اوصاف سے مالا مال تھی۔ اس کی علمی معلومات بہت وسیع تھیں۔ وہ ہر موضوع پر بے تکلف گفتگو کر سکتی تھی۔ اُس کا دروازہ ہر سخنور کے لئے کھلا رہتا تھا اور وہ آنے والوں کے ساتھ مختلف مسائل پر مصروفِ گفتگو رہا کرتی تھی۔ اخلاقیات کے موضوع پر وہ آزادانہ رائے رکھتی تھی۔ ٹالسٹائے کے مستقبل پر اس کی چچی کے طرزِ معاشرت نے گہرے نقوش مرتسم کیئے ہیں۔

قازان میں اس کو مشرقی تمدن اور مشرقی آبادی

سے عموماً اور مسلمانوں سے خصوصاً مدت تک واسطہ رہا۔ یہاں اُسے مسلمانوں کی معاشرت کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ وہ مسلمانوں کی متوکلانہ زندگی اور ان کے تقویٰ اور پرہیزگاری کا گرویدہ ہو گیا۔ ٹالسٹائے نے اپنی زندگی کے ان خوشگوار لمحات اور تجربات کا جو اس نے مسلمانوں کی معاشرت میں بسر کیئے تھے اکثر اپنی تصنیفات میں تذکرہ کیا ہے۔

وسط ایشیا کے علاقے جو حکومتِ زار کے زیرِ تسلط تھے اُن کی اکثریت مسلمانوں کی آبادی پر مشتمل تھی۔ ان کی قومی زبان عربی اور ترکی تھی۔ وسط ایشیا عالمِ اسلامی کی قیادت کا مرکز رہا ہے۔ امام بخاریؒ، امام ترمذیؒ، امام قفال، امام رازیؒ اور شیخ بو علی سینا انہی مردم خیز علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ وہ گرانمایہ ہستیاں ہیں جن کے علم و فضل کا گھر گھر چرچا تھا۔ تمام عالمِ اسلامی میں علماء کا تناسب یہاں سب سے زیادہ تھا۔ حکومتِ زار کو گو سیاسی طور پر ان علاقوں پر تسلط حاصل تھا لیکن پھر بھی وہ مسلمانوں کو ذہنی لحاظ سے مغلوب نہ کر سکی۔ اب حکومتِ زار کے سامنے اس کا ایک ہی حل تھا۔ وہ یہ کہ عربی زبان جو مسلمانوں کی مذہبی اور ثقافتی زبان ہے اس کا رسم الخط لاطینی زبان میں بدل دے۔ تاکہ مسلمانوں کی جو اس زبان سے والہانہ محبت ہے وہ رفتہ رفتہ سرد پڑ جائے۔ جب حکومت نے اس لائحہ عمل پر عمل پیرا ہونا چاہا تو مسلمانوں نے اس کی مزاحمت کی۔ اور اس طرح حکومتِ زار کی کوشش ناکام ہوئی۔ موجودہ روسی انقلاب کی اولین قیادت نے اس پرانے پروگرام کو دوبارہ عملی جامہ پہنانے کا عزم کیا اور اس کو معراج تکمیل تک پہنچانے کے لیئے لاطینی اور پھر روسی رسم الخط کے نفاذ پر زور دیا۔

لینن نے اس تبدیلیٔ رسم الخط کو "مشرق میں عظیم انقلاب" قرار دیا۔ مسلمانوں کی اس مذہبی اور ثقافتی زبان کی قدر و قیمت کا اس امر سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ٹالسٹائے نے جب ۱۸۴۳ء میں قازان یونیورسٹی میں داخلہ لیا تو اس نے عربی اور ترکی زبانوں کا نصاب لینا پسند کیا اور ان ہر دو زبانوں میں اس نے کافی مہارت پیدا کر لی۔

۱۸۶۲ء میں خرابیٔ صحت کی بناء پر تعلیم ترک کر کے وہ علاج کے سلسلہ میں خانہ بدوش مسلمان تاتاریوں اور باشغر قبائل کے ساتھ اُن کے خیموں میں سکونت پذیر ہوا۔ جہاں وہ گھوڑی کے دودھ اور پنیر پر گزارہ کیا کرتا تھا۔ جس نے اس کی صحت پر خوشگوار اثر ڈالا اور اس طرح وہ موت کے منہ سے بچ گیا۔[۵]

ٹالسٹائے کو فطرت نے سخن وری اور انشاپردازی کے ساتھ ساتھ ہمدردیٔ خلق، جرأت اور راست گوئی سے بھی وافر حصہ عطا کیا تھا۔ اس جذبۂ ہمدردیٔ خلق نے اسے سب سے پہلے بے زبان کاشتکاروں کی حمایت پر کمربستہ کیا۔ روس میں ۱۸۶۰ء تک کاشت کار اپنے مالکانِ اراضی کے قانوناً غلام متصور ہوتے تھے اور ان سے غلاموں سا سلوک اور برتاؤ کیا جاتا تھا۔ کاشتکاروں کو آزادی ملنے سے امراء کی مطلق العنانی میں فرق آتا تھا۔ اس لیئے وہ طبعاً اس کے مخالف تھے مگر ٹالسٹائے نے

---

۵ THE PEOPLES STORY OF SOVIET RUSSIA — A.R. WILLIAMS. (THE LIONS PRESS LAHORE)

ان مظلوم و بے بس کاشت کاروں کو آزادی دلانے میں اپنی جدوجہد کو جاری رکھا اور اس کی یہ آرزو جلد بر آئی جب کہ زار نے فرمانِ آزادی صادر کر کے ان بے زبان کاشتکاروں کو جنہیں عرصۂ دراز تک انسانیت سوز مظالم کا ہدف بنایا گیا تھا آزاد کیا۔ اس غیر متوقع انقلاب سے ٹالسٹائے کی ہر دلعزیزی میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ اب کاشت کار اسے اپنا مقدس منجی تصور کرنے لگے اور دل و جان سے اس پر فدا ہونے لگے۔ ٹالسٹائے نے اپنی دیرینہ خواہشوں اور آرزوؤں کو پورا ہوتے دیکھ کر اب کھلے بندوں حکومتِ زار کے مستبدانہ نظام اور آمرانہ حکومت پر نکتہ چینی کرنا شروع کر دی حکومت اُس کی ان بے باکانہ کارروائیوں سے بالکل خوش نہ تھی مگر وہ عوام کے دلوں میں اپنا بے مثال مقام پیدا کر چکا تھا اور حکومت اس پر ہاتھ ڈالنے سے گھبراتی تھی۔ زار ٹالسٹائے سے نالاں تھا جس کا وہ متعدد مرتبہ برملا اظہار کر چکا تھا۔ جب زار نے انگریزوں کے خلاف جرمنی سے گٹھ جوڑ کیا تو اس موقع پر کہا:۔

"HE WOULD NEVER GRANT A CONSTITUTION....TOLSTOY IS DOING GREAT DAMAGE BY HIS WORKS."

کہ وہ آئینی مراعات دینے کے لیئے ہرگز تیار نہیں.... ...اور یہ کہ ٹالسٹائے کی تحریرات اور تصانیف نے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے۔

۱۹۰۲ء میں جب زار کی قیصر جرمنی سے دوبارہ ملاقات ہوتی ہے تو اس موقع پر زار نے ٹالسٹائے کے متعلق کہا:۔

"TOLSTOY IS RUSSIA'S EVIL GENIUS"

کہ ٹالسٹائے روس کا ذہین ترین مگر تخریب کار شخص ہے۔

ٹالسٹائے روسی عوام پر ان مظالم کا مجرم یونانی کلیسیا کو گردانتا تھا جسے زار کی سرپرستی اور حمایت حاصل تھی۔ یہ زار نکولس ثانی تھا جس کو مسلمانوں سے عناد تھا۔ اس کی یہ دلی تمنا تھی کہ جلد قسطنطنیہ پر قبضہ کر کے اسلامی اقتدار کا خاتمہ کر دے۔ چنانچہ اس نے اپنے جنرل شیروینی کو ایک دفعہ کہا بھی کہ کیا یہ ممکن ہے کہ کسی دن تم میری دیرینہ خواہش پوری کر دو کہ "استنبول کی سینٹ صوفیہ کی مسجد پر جو ہلال ہے اُسے صلیب سے بدل دو"۔ چنانچہ اپنی اس ناپاک خواہش کو عملی جامہ پہنانے کے لیئے زار جنگ یورپ میں شریک ہوا تھا۔ لیکن اپنی اس خواہش کو کہ وہ ہلال کو صلیب سے بدل دے دل میں لے کر حسرت و ذلت کی موت مر گیا اور حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی پیشگوئی کا عین مصداق قرار پایا ؎

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار

ٹالسٹائے نے ان تمام مصائب و مظالم کا حکومتِ زار کے ساتھ کلیسیا کو بھی ذمہ دار ٹھہرایا تھا۔ اب اُس نے کلیسیا پر کڑی تنقید کرنی شروع کر دی۔ ۱۹۰۱ء میں اُس کی ان بے باکانہ کارروائیوں کی بناء پر اُسے بے دین اور ملحد قرار دے کر کلیسیا سے خارج کر دیا گیا۔ اگر یہ اخراج کسی اور کے حق میں ہوتا تو چند دنوں میں اُس کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹ جاتا۔ مگر ٹالسٹائے کی ہر دلعزیزی، ثابت قدمی اور نیک نیتی اس موقع پر بھی آڑے آ گئی۔

عیسائیت سے بیزاری

ٹالسٹائے سولہ[16] سال کی عمر میں عملاً عیسائیت ترک کر چکا تھا۔ اس کے نزدیک بائیبل نہ تو الہامی ہے اور نہ ہی تاریخی لحاظ سے کوئی مستند کتاب۔ وہ الوہیتِ مسیح، کفارہ، تثلیث اور مسیح کا مُردوں میں سے جی اُٹھنے کا ہرگز قائل نہیں تھا۔ اس کے نزدیک انجیل میں جو معجزات مسیح کی طرف منسوب ہیں وہ ہرگز مبالغہ آمیزی سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ اس نے جس عیسائیت کی گود میں پرورش پائی تھی اُس سے وہ علانیہ طور پر بیزاری کا اظہار کر چکا تھا۔ بدھ مت بھی اُسے اپنی صداقت کا قائل نہیں کر سکا۔ دوسرے مذاہب میں بھی اُسکے لیے کوئی جاذبیت اور کشش کا کوئی سامان نہیں تھا۔ ہاں البتہ اس کی رُوح کی تشنگی کا آبِ حیات اسلام میں تھا جس کے لیے وہ غیرت رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ قازان میں ایک پادری نے اپنی تقریر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر نازیبا حملے کئے۔ ٹالسٹائے کی غیرت نے یہ برداشت نہ کیا کہ اس پادری کی واہی تباہی پر سادہ عوام صدقِ دل سے یقین کر لیں۔ اس نے اس پادری کے بیان کو تحدی کی اور اس طرح اس کی فریب کاری کا پردہ چاک کیا اور ایک کتابچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس کی صداقت میں شائع کیا جو بعد میں ۱۹۲۴ء میں "حکم الٰہی محمدؐ" کے نام سے قاہرہ مصر سے شائع ہوا۔ یہ کتابچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح حیات اور آپؐ کی ۵۶ منتخب احادیث کا مجموعہ ہے۔ اس کے مقدمہ میں لکھتا ہے:-

"یہ ہے شریعتِ اسلامی کی تعلیم جو حکمِ عالیہ اور مواعظِ سامیہ پر مشتمل ہے جو انسان کو جادۂ اعتدال پر قائم رکھتی ہے۔ اسلامی تعلیم مسیحی مذہب کی تعلیم سے کہیں بہتر ہے۔"

پھر حضور سرورِ کائناتؐ کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کرتا ہے:-

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک اولو العزم اور مقدس مصلح تھے۔ انہوں نے گمراہوں کو بُت پرستی سے روکا اور افعالِ قبیحہ سے منع کیا۔ خدائے واحد کی عبادت اور پرستش کی پاکیزہ تعلیم دی۔ اخوّت، ہمدردی اور مساوات کے سبق سے اُن کے دلوں کو لبریز کر دیا۔ غارتگری اور خونریزی کو ممنوع قرار دیا۔ آپؐ دنیا میں مصلحِ اعظم بن کر آئے تھے اور آپؐ میں ہی ایسی برگزیدہ قوت پائی جاتی تھی جو بشری لحاظ سے سب سے زیادہ اعلیٰ اور ارفع تھی۔"

کاؤنٹ ٹالسٹائی اور احمدیت

کاؤنٹ ٹالسٹائے نہ صرف احمدیت سے متعارف تھا بلکہ اس کے معتقدات سے بھی بخوبی واقف تھا۔ وہ احمدیہ لٹریچر سے کافی متاثر تھا۔ عام مسلمانوں کے عقیدہ کے برخلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا صدقِ دل سے قائل تھا۔ خدا تعالیٰ کی ہستی، اُخروی زندگی، گناہ سے نجات اور دُعا کی تاثیر کے بارہ میں اس کے بعینہٖ وہی نظریات تھے جن کا مطالعہ وہ احمدیت کے لٹریچر خاص طور پر "ریویو آف ریلیجنز" میں کر چکا تھا۔ اسے احمدیت کا

پیغام پہلی بار ۲۸ اپریل ۱۹۰۳ء میں ملا جبکہ حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب نے اُنہیں اپنے پیغام کے ساتھ "ریویو آف ریلیجنز" کا نسخہ اور اس کے ہمراہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ اور قبرِ مسیح (کشمیر میں) کی تصاویر بھجوائیں۔ اپنی چٹھی میں حضرت مفتی صاحب نے انہیں بتایا کہ یسوع مسیح جو اسرائیلی نبی تھے فوت ہو چکے ہیں اور ان کی قبر کشمیر میں ہے جس کی تصویر آپ کو بھجوائی جا رہی ہے۔ اور مسیح جس کی آمد کی اقوام منتظر تھیں وہ حضرت مرزا غلام احمد کے وجود میں ظاہر ہو چکا ہے۔ علیم اور خدا تعالیٰ کے سچے مامور ہیں اور توحیدِ الٰہی کے سب سے بڑھ کر محافظ ہیں۔

اس چھٹی کے جواب میں انہوں نے لکھا :۔

"بخدمت مفتی محمد صادق صاحب !

پیارے صاحب !

آپ کا خط حضرت مرزا غلام احمد کی تصویر اور "ریویو آف ریلیجنز" کے ایک نسخہ کے ہمراہ موصول ہوا۔ وفاتِ مسیح کے ثبوت اور اس کی قبر کی تحقیقات میں مشغول ہونا بالکل بے فائدہ کوشش ہے کیونکہ عقلمند انسان حیاتِ مسیح کا قائل کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔ ہمیں معقول مذہبی تعلیم کی ضرورت ہے اگر حضرت مرزا احمد صاحب کوئی نیا معقول مسئلہ پیش کریں گے تو میں بڑی خوشی سے اس سے فائدہ اُٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ ریویو کے دو مضامین "گناہ سے نجات" اور "اُخروی زندگی" مجھے بہت پسند آئے۔ خصوصاً دوسرا مضمون مجھے بہت پسند آیا۔ نہایت شاندار اور صداقت پر مبنی خیالات ان مضامین میں ظاہر کئے گئے ہیں۔ میں آپ کا ممنونِ احسان ہوں کہ آپ نے مجھے یہ رسالہ بھجوایا اور اسی طرح آپ کے خط کا بھی شکر گزار ہوں۔

آپ کا مخلص

ٹالسٹائے از ملک روس

(۵ جون ۱۹۰۳ء)"

الغرض ٹالسٹائے نہ صرف احمدیہ لٹریچر سے متعارف تھا بلکہ اس سے کافی حد تک متاثر بھی تھا۔ جس کی نمایاں جھلک اس کی اپنی تحریرات میں ملتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی ہستی اور اُخروی زندگی کے بارہ میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں کہ عقل ناقص ہے یہ ایک حد تک انسان کی راہنمائی کر سکتی ہے کہ اس کائناتِ عالم کا کوئی صانع ہونا چاہیئے لیکن فی الحقیقت ایسا صانع موجود بھی ہے۔ اس کُنہ تک پہنچنے کے لئے الہام اور وحی ہماری راہنما ہے۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں :۔

"مگر عالمِ ثانی کے بارہ میں ہمارا علم تب عین الیقین تک پہنچتا ہے کہ جب خود بلا واسطہ ہم الہام پائیں۔ خدا کی آواز کو اپنے کانوں سے سُنیں اور خدا کے صاف اور صحیح کشفوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔"

"ہم اس سچے اور کامل اور قادر اور زندہ خدا پر صرف قصّوں اور کہانیوں کے رنگ میں ایمان لا دیں یا محض عقلی معرفت پر کفایت کریں جو اب تک ناقص اور ناتمام

معرفت ہے۔"

اس مندرجہ بالا اقتباس کا اظہار ٹالسٹائے نے اپنی تصانیف میں کیا ہے جس کو انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے کہ ٹالسٹائے کے نزدیک

"THE SEARCH AFTER GOD WAS NOT AN ACT OF REASON BUT OF FEELING."

یعنی خدا کی تلاش محض عقل کے سہارے نہیں ہوسکتی بلکہ یہ بات محسوسات سے تعلق رکھتی ہے۔

موت کے بعد انسانی روح کہاں جاتی ہے اسکے متعلق حضرت بانی سلسلہ فرماتے ہیں:۔

"موت کے بعد جو کچھ حالت انسان کی ہوتی ہے درحقیقت وہ کوئی نئی حالت نہیں ہوتی بلکہ وہی دنیا کی زندگی کی حالتیں زیادہ صفائی کے ساتھ کھل جاتی ہیں۔"

"اصول کی رو سے جسم کی رفاقت روح کے ساتھ دائمی ہے گو موت کے بعد یہ فانی جسم روح سے الگ ہو جاتا ہے۔

"برزخ کی حالت وہ حالت ہے کہ جب یہ ناپائیدار ترکیب انسانی تفرق پذیر ہو جاتی ہے اور روح الگ اور جسم الگ ہو جاتا ہے۔"

اس عقیدہ کو انسائیکلوپیڈیا نے ٹالسٹائے کے حوالے سے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

"WITH THE DESTRUCTION OF THE BODY THE LIFE CEASES TO EXIST, BUT THE DIVINE SPIRITUAL LIFE REMAINS. DEATH IS THEREFORE, NO ANNIHILATION BUT MERELY EMANCIPATION OF THE SPIRIT ITS TO A NEW AND UNKNOWN STATE OF EXISTENCE, TO ANOTHOR FORM OF MANEFESTATON OF THE DIVINE SPIRITUAL ESSENCE."

ترجمہ: جسم کے زوال پذیر ہونے کے بعد یہ ارضی زندگی ختم ہو جاتی ہے لیکن روحانی زندگی کی منزل باقی رہتی ہے اسلیئے موت اس زندگی کا خاتمہ نہیں بلکہ روح کا اس مادی جسم سے آزاد ہو کر ایک نئی حالت میں جنم لینا ہوتا ہے جو کہ ایک اور زندگی میں متمثل ہوتی ہے۔

ٹالسٹائے مقصدِ حیات کے حقیقی پیغام کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ وہ یہ سوچا کرتا تھا کہ انسانی پیدائش کی اصل غرض وغایت کیا ہے۔ اس نے تمام مذاہب چھان مارے۔ بالآخر اُسے اس مشکل کا حل حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے معرکۃ الآراء لیکچر لاہور بموقعہ مذاہب عالم کانفرنس میں مل گیا۔ حضرت بانی سلسلہ نے اس سوال پر کہ "انسان کی زندگی کا اصل مدعا کیا ہے اور کس طرح حاصل ہوسکتا ہے" نہایت ہی مفصل اور سیر کن بحث فرمائی ہے۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا نے اس کے بالمقابل ٹالسٹائے کی زندگی کا نقشہ بایں الفاظ بیان کیا ہے:۔

"DURING THE WHOLE OF THIS PERIOD HE FELT UNHAPPY AND DISSATISFIED FOR HE HAD NO THEORY WHICH ENABLED HIM TO

SOLVE THE RIDDLE OF LIFE. HE OFTEN PUT TO HIMSELF WHY DO I LIVE? HOW OUGHT TO LIVE?

ترجمہ: اس تمام عرصے میں وہ بے چین اور ناخوش رہتا تھا کیونکہ اُس کے پاس ایسا کوئی حل نہیں تھا جس کے ذریعہ وہ زندگی کے معمہ کو حل کر سکے۔ وہ عموماً اپنے سے یہ سوال کرتا کہ میری زندگی کا کیا مقصد ہے اور وہ مجھے کس طرح بسر کرنی چاہیئے؟

خدا تعالیٰ کے ماموری کی بعثت کا زمانہ انتشارِ روحانیت کا زمانہ ہوتا ہے جس کا دلوں پر نزول ہوتا ہے۔ جو انسان کی مخفی قوتوں اور استعدادوں کو اُبھارتی ہے۔ کاؤنٹ ٹالسٹائے بھی اُن میں سے ایک تھا جو اپنی خداداد قابلیت کے ذریعہ پادریوں کے بالمقابل حق کی مدافعت کے لیئے سینہ سپر رہا۔

روس سے احمدیت کا ایک خاص تعلق ہے۔ جیسا کہ روایت ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ نے فرمایا:-

"مَیں اپنی جماعت رشیا کے علاقہ میں ریت کی مانند دیکھتا ہوں"

جب جاپان سے جنگ ہوئی تو اس وقت حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو الہام ہوا:-

"ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت"

اسی طرح ایک کشف میں فرمایا "زارِ روس کا عصا میرے ہاتھ میں دیا گیا ہے"۔ جس میں اس طرف اشارہ تھا کہ آخر روس میں حق و صداقت کی فتح ہوگی۔ اسی طرح خواب میں دیکھا:-

"خوارزم کے بادشاہ کی کمان آپ کے ہاتھ میں ہے"

ٹالسٹائے ۷ نومبر ۱۹۱۰ء کو اس دنیائے فانی سے رحلت کر گیا۔ عالمِ اسلامی نے اس کی وفات پر سوگ منایا۔ اور مصر کے امیر الشعراء احمد بک شوقی اور شاعر النیل حافظ ابراہیم بک نے اس کی وفات پر مرثیے لکھے جن کا نمونہ درج ذیل ہے:-

طولستوی تجری آیة العلم ومعها
علیك ویبکی بائسٌ و فقیرٌ
وشعبٌ ضعیف الرکن زال نصیره
وما کل یومٍ للضعیفِ نصیرٌ

(احمد بک شوقی)

اے ٹالسٹائے تُو جو علم کا نشان تھا آج تیری وفات پر ہر مصیبت زدہ اور محتاج چشم پُرنم اور نوحہ خواں ہے۔ تیری وفات سے ایک بے سہارا قوم کا یار و مددگار اُٹھ گیا۔ بھلا کمزوروں کو اس طرح کے یار و مددگار ہر روز کب نصیب ہوتے ہیں۔

(۲)

رثاك امیر الشعر فی الشرق وانبری
لمدحك من کتاب مصر کبیرٌ
ولست ابالی حین ارثیك بعده
اذا قیل عنی قد رثاه صغیرٌ
فقد کنتَ عوناً للضعیف واننی
ضعیفٌ وما لی فی الحیاة نصیرٌ

ترجمہ:- امیر الشعر (شوقی) نے تیری وفات پر مرثیہ لکھا ہے اور مصر کے بہت بڑے انشاء پرداز نے تیری مدح کی ہے۔ اب جبکہ مَیں اس عظیم شاعر کے بعد مرثیہ کہہ رہا ہوں تو مجھے اس کی چنداں پرواہ نہیں کہ

میرے بارہ میں کوئی یہ کہے کہ یہ تو ایک چھوٹے شاعر نے مرثیہ کہا ہے۔

تم ایک کمزور کے یار و مددگار تھے میں خود کمزور ہوں اب میرے لیئے اس زندگی میں کوئی یار و مددگار نہیں ہے۔

BIBLIOGRAPHY

(1) ISLAM IN THE SOVIET UNION
ALEXANDRA BEURIGESEN
AND CHARTEL LERNERCIER
QUEBUE GAY PALL MALL PRESS
LONDON

(2) PEOPLES STORY SOVIET RUSSIA
A. R. WILLIAMS
THE LION PRESS LAHORE

(3) RUSSIA PAST AND PRESENT
ANTOL G. MAZOM
PUBLISHED BY D. VAN NOSTRAND
NEW YORK

(4) ENCYCLOPAEDIA BRITANICA

(5) التذکرہ

(6) حکم الٰہی محمد
تعریب ٹالسٹائے
قاہرہ ۱۹۲۴ء

(7) الحکم فائل ۱۹۰۳ء - قادیان

(8) ذکرِ حبیب

(9) دُرِّثمین اُردو

قائدین مجالس کی توجہ کے لیئے

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ہر ماہ مجالس عاملہ کا ایک اجلاس خصوصیت سے نماز باجماعت کے متعلق منعقد ہونا ضروری ہے۔ جس میں نماز باجماعت کی حاضری اور معیار کا جائزہ لیکر ان میں اضافہ کی کوشش کا پروگرام بنایا جائے۔

براہِ کرم ہر ماہ ایسا اجلاس منعقد کر کے اس کی رپورٹ مرکز میں ارسال فرمائیں۔ جزاکم اللہ

(مہتمم تربیت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

اعلانِ نکاح

خاکسار کے بیٹے شیخ وسیم احمد انور کا نکاح ہمراہ عزیزہ ملکہ صبا نصرت صاحبہ بنت مکرم شیخ نذیر احمد صاحب اوکاڑہ مکرم مولانا عبدالوہاب صاحب مربی سلسلہ نے مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۸۸ء کو مبلغ پندرہ ہزار روپے حق مہر پر بیت الاحمدیہ اوکاڑہ میں بعد نماز جمعہ پڑھایا۔

احباب سے درخواست ہے کہ اس نکاح کے بابرکت ہونے کے لیئے دعا کریں۔

شیخ محمد عمر انور
۷/۱۱ محلہ دارالعلوم غربی ربوہ

گزر ہی جائے گی یہ رُت بھی، حوصلہ رکھنا

صابر ظفرؔ

جو نوجوان شعراء غزل کے نئے تیور تراش رہے ہیں اور اسے تازگی اور توانائی بخش رہے ہیں اُن میں صابر ظفرؔ کا نام بطور خاص قابلِ ذکر ہے ــــــ (احمد ندیم قاسمی)

تم اپنے گرد حصاروں کا سلسلہ رکھنا
مگر ہمارے لیئے کوئی راستہ رکھنا

ہزار سانحے پردیس میں گزرتے ہیں
جو ہو سکے تو ذرا ہم سے رابطہ رکھنا

خزاں رکھے گی درختوں کو بے ثمر کب تک
گزر ہی جائے گی یہ رُت بھی، حوصلہ رکھنا

تمہارے ساتھ سدا رہ سکیں، ضروری نہیں
اکیلے پن میں کوئی دوست دوسرا رکھنا

زیادہ دیر ظفرؔ ظلم رہ نہیں سکتا
اگر اب آئیں کڑے دن تو جی کڑا رکھنا

سروے

ہمارے رسائل میں کیا ہونا چاہیئے؟

ہماری جماعت کے جرائد میں کن کن موضوعات کی ضرورت ہے اور کس اعتبار سے ان کو بہتر سے بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ اس کو جاننے کے لیئے ادارہ خالد نے ایک سروے کیا ہے جس میں بعض چیدہ چیدہ احباب اور بزرگوں سے اور چند نوجوانوں سے بھی آراء حاصل کی گئی ہیں حقیقت یہ ہے کہ ان باتوں کو سن کر ذہن کی کئی کھڑکیاں کھل جاتی ہیں اور نئے اور لہلہاتے ہوئے خوش رنگ نظارے آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں۔ احباب کی آراء سے اختلاف تو ہو سکتا ہے پھر اپنی اپنی تنگ دامانی بھی سدِ راہ بن جاتی ہے۔ تاہم یہ مفید سلسلہ آئندہ بھی جاری رکھنے کی کوشش کی جائے گی ——— (ایڈیٹر)

محترم چوہدری حمید اللہ صاحب

تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے کلاس رومز میں ایک سادہ مزاج، کم گو اور خاموش طبع لیکچرر جب ریاضی جیسے خشک اور اکتا دینے والے موضوع پر لیکچر دیا کرتا تھا اس وقت کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ ایک روز یہ سادہ مزاج پروفیسر جماعت احمدیہ کے خادمانِ دین کی صفِ اوّل میں شامل ہو جائے گا ——— اور پھر یوں ہوا کہ قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ ثالث حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی نکتہ نواز نظر نے اس ذرہ کو اٹھایا اور اپنی تربیتِ خاص سے کیمیا بنا دیا۔ افسر جلسہ سالانہ، صدر مجلس خدام الاحمدیہ، ناظر ضیافت اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے تو اس جوہر کو ایسا پہچانا کہ خادمانِ دین کی صفِ اوّل میں شامل فرما دیا۔

آج موصوف تحریکِ جدید کے وکیل اعلیٰ ہیں۔ افسر جلسہ سالانہ اور صدر مجلس انصار اللہ کے اہم عہدے اس کے علاوہ ہیں۔ نہایت ٹھوس کام کرنے والے، بروقت فیصلہ اور اسے پوری ذمہ داری کے ساتھ نافذ کرنے والے شخص ہیں ——— !

محترم چوہدری صاحب نے کہا کہ ہمارے رسائل میں اخلاقیات، علمی موضوعات اور سیرت حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے موضوعات پر مضامین کی بہت کمی ہے۔

اخلاقی عنوانات میں اخلاقِ حسنہ اور سیئہ کے موضوع پر ہر ماہ ایک مضمون ضرور آنا چاہیئے۔

یہ بہت لمبا مضمون ہے اسے تھوڑا تھوڑا بیان کیا جاتا رہنا چاہیئے۔ قدرتِ ثانیہ کے مظہر رابع حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر کئی خطبات ارشاد فرمائے ہیں ان سے رہنمائی لی جا سکتی ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی پاک سیرت کے واقعات خصوصاً نوجوانوں کے لیئے بہت فائدہ مند ہوتے ہیں۔ اس موضوع پر بھی تسلسل کے ساتھ مواد آنا چاہیئے۔ حضور نے سیرۃ کے موضوعات پر لکھنے کی کئی بار تلقین فرمائی ہے۔

علمی موضوعات میں حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے جو علمی اشارے کئے ہیں ان کی تفاصیل ڈھونڈ کر لانا ضروری ہے۔ حضور کے دور میں بہت سے لوگوں کا حضور نے ذکر فرمایا ہے اُن کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چلتا ان کے بارے میں مواد ڈھونڈنا چاہیئے۔

احمدی رسائل میں کتابت کے کھلے ہونے کا ذکر کرتے ہوئے چوہدری صاحب نے کہا کہ

مجھے کھُلی کتابت ہی اچھی لگتی ہے۔ تاہم اگر فوٹو آفسٹ طریق سے کتابت کروائی جائے تو چونکہ وہ شارپ ہو جاتی ہے اس لیئے اُسے قبول کیا جا سکتا ہے۔ اس بارے میں تجربۃً کچھ حصہ چھاپ کر دیکھنا چاہیئے تاکہ دیکھا جا سکے کہ باریک کتابت آفسٹ کے ذریعے پڑھنے میں کیسی رہتی ہے۔ اس ضمن میں ایک بار تجربہ کر کے ضرور دیکھ لیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ روزنامہ اخبارات کی تحریر پڑھتے ہوئے دشواری نہیں ہوتی۔ اتنی گنجان لکھائی ہو تو کوئی حرج نہیں۔

محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب

صاحبزادہ صاحب موصوف نہایت تیز فہم، ذہین و فطین اور زبردست قوتِ فیصلہ کے مالک ہیں مجلس خدام الاحمدیہ کے صدر کے طور پر خدمات بجا لا چکے ہیں۔ ناظر تعلیم اور ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز بھی رہ چکے ہیں۔ کئی بار قدرتِ ثانیہ کے مظہر ثالث حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے پرائیویٹ سیکرٹری کے طور پر کام کرنے کا موقعہ ملا اور حضور کے ساتھ دوروں میں بیرونی ممالک بھی تشریف لے گئے۔ جماعت احمدیہ کے موجودہ امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کے انتخاب کے موقع پر بطور سیکرٹری مجلس انتخاب تاریخی فرائض سرانجام دیئے۔ آجکل ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد مقامی اور نائب صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے طور پر خدمات بجا لا رہے ہیں۔

صاحبزادہ صاحب موصوف نے فرمایا کہ رفقائے حضرت بانیٔ سلسلہ کے حالات کا موضوع بہت توجہ چاہتا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت مولوی عبدالکریم صاحب، حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمی، صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی، حضرت چوہدری حاکم علی صاحب، حضرت مولوی شیر علی صاحب، حضرت میر حامد علی شاہ صاحب وغیرہ بہت سے ایسے رفقاء ہیں جن کے تفصیلی حالات جمع کئے جا سکتے ہیں۔ احمدی رسائل کو اسکی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

اس کے علاوہ بہت سے ایسے تاریخی مقامات اور جگہیں ہیں جن کی تاریخ محفوظ ہو جانی چاہیئے۔ ان میں

سیالکوٹ، لاہور، جہلم اور ملتان وغیرہ میں وہ مقامات جہاں حضور تشریف لے گئے۔ پھر قادیان سے خط و کتابت کر کے دہلی کے مقامات، لدھیانہ کا دار البیعت، قادیان کے اہم مقامات بیت الفکر، بیت الذکر، بیت الدعا، دار المسیح، بیت اقصیٰ، بیت مبارک، بہشتی مقبرہ، قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ اول کا گھر، ان کے بارے میں تصاویر اور تاریخی ریکارڈ مضامین کی صورت میں محفوظ کریں۔ قدرتِ ثانیہ کے تمام مظہر جہاں جہاں تشریف لے گئے وہ مقامات۔

لاہور میں سائیکلوں کی دکانوں پر نیلا گنبد کے علاقے میں حضرت بانیٔ سلسلہ تشریف لے جایا کرتے تھے ——

اس کے علاوہ حضرت بانیٔ سلسلہ کے غیر مطبوعہ خطوط کو اکٹھا کرنے کا کام کریں۔ خلیفہ صباح الدین صاحب کے پاس بڑا ذخیرہ ہے۔

لائبریری میں ایسی کئی کتب مل جائیں گی جن کے حاشیے پر حضرت فضل عمر کے اپنے ہاتھ کے نوٹس موجود ہیں۔

محترم صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ خالد کی کتابت بہت کھلی ہے اگر اس کو تنگ کروا دیا جائے تو زیادہ مواد لکھا یا جا سکتا ہے۔ اس سے یہ بھی ہو گا کہ صفحات بھی زیادہ بڑھانا نہیں پڑیں گے۔

محترم میر محمود احمد صاحب ناصر

محترم میر صاحب نہایت اونچے علمی مرتبہ کے مالک ہیں۔ اس وقت جماعت احمدیہ میں اس علمی مرتبہ کے حامل گنتی کے علماء میں شامل ہیں۔ حدیث ان کا خاص مضمون ہے۔ اس کے علاوہ موازنہ مذاہب، بائبل اور تفسیرِ قرآن ان کی خاص پسند کے موضوعات ہیں۔ سپین اور امریکہ میں خدماتِ دین بجا لا چکے ہیں۔ آجکل وکیل التصنیف تحریکِ جدید اور پرنسپل جامعہ احمدیہ کی دو نہایت اہم ذمہ داریاں بیک وقت نبھا رہے ہیں۔

انہوں نے فرمایا کہ ہمارے رسالوں میں فی الحقیقت جس چیز کی کمی ہے وہ مضامین اور موضوعات کا تنوع ہے۔ ہونا یہ چاہیئے کہ وہی ایک لکیر نہ پیٹی جائے جو عرصہ دراز سے پٹتی چلی جا رہی ہے۔ مثلاً سائنسی موضوعات کی خصوصی ضرورت ہے۔ مختلف زبانوں کا ذکر، مختلف ممالک کا دلچسپ انداز میں تعارف، طبی موضوعات، اس کے علاوہ تاریخ یعنی ہر قسم کی تاریخ کے موضوعات۔ مختلف انداز کی جو خود ساختہ رکاوٹیں ہم بنا لیتے ہیں ان کو توڑنا چاہیئے۔ اس ضمن میں مختلف زبانوں کے تراجم کر کے شائع کرنا ایک اہم اقدام بن سکتا ہے۔

محترم میر صاحب نے فرمایا کہ "خالد" اتنا مختصر رسالہ ہے کہ میں کبھی پانچ منٹ سے زیادہ اس کو نہیں لگاتا اور مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ اس میں کیا باتیں بیان ہوئی ہیں۔ اس کی بھی ضرورت ہے کہ اس کا مواد زیادہ کیا جائے۔ اس کے صفحات زیادہ کریں یا کوئی اور طریق اختیار کریں، اس میں اضافہ ہونا چاہیئے۔

تحریکِ جدید کے ایک اہم عہدیدار

انہوں نے اپنا نام شائع کرنے کی اجازت نہیں دی۔ انہوں نے کہا کہ احمدی رسالوں میں ایک مستقل کالم سیرت رفقائے حضرت بانیٔ سلسلہ کا ضرور ہونا چاہیئے۔ اس کی بڑی کمی ہے جبکہ ایسے مضامین کا بہت اثر ہوتا ہے۔ رفقاء کے بعد دیگر بزرگان کا ذکر بھی اسی انداز میں شاملِ اشاعت ہو جانا چاہیئے۔

انہوں نے مزید کہا کہ ہمارے ملک پاکستان میں ایک

چیز کی کمی کھٹکتی ہے اور یہ کمی ہمارے احباب میں بھی اسی طرح موجود ہے وہ ہے آداب یعنی MANNERS کی کمی۔ ہم عظیم روحانی رفعتوں کے حصول کے طریقے اور ان کا پرچار کرتے ہیں اور یہ ہے بھی بہت اہم بات۔ لیکن اس سے پہلے بنیادی آداب کھانا پینا، بولنا، پہننا، کھڑے ہونا، بات کرنا ایسے آداب کے بارے میں ایک مستقل حصہ تھوڑے تھوڑے مواد پر مشتمل شامل اشاعت ہونا چاہیئے۔

اس کے علاوہ ایک اہم بات یہ ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ ایک عالمگیر جماعت ہے لیکن اس کے رسالے میں عالمگیریت کہیں نظر نہیں آتی۔ اس کے لیئے یہ ضروری ہے کہ دنیا بھر کے ممالک میں آپ کے نمائندے ہوں جو اپنے اپنے ملکوں کے مکتوب ارسال کیا کریں۔

تصویروں کے بارے میں انہوں نے کہا کہ ہر رسالے میں بلیک اینڈ وائٹ تصاویر ضرور ہونی چاہئیں۔ انہوں نے کہا کہ ربوہ کو بھی پروجیکٹ کیا جائے۔ باہر کے رہنے والے احمدیوں کو ربوہ شہر سے بڑی دلچسپی ہوتی ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس میں عوامی دلچسپی کا بہت عنصر شامل کیا جا سکتا ہے۔

خالد کے مواد میں اضافے پر انہوں نے بھی زور دیا اور کہا بہت سے نئے موضوعات کا اضافہ کرنا پرانے موضوعات کو قائم رکھتے ہوئے بہت ضروری ہے۔ اس کے لیئے اس کا ایک انگلش حصہ بھی شامل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس پر بھی سنجیدگی سے توجہ دی جائے۔

محترم چوہدری احمد مختار صاحب

کراچی کی جماعت اپنے امیر محترم چوہدری احمد مختار صاحب کی وجہ سے ایک خاص اہمیت کی حامل ہے۔ اس جماعت کو پاکستان کی جماعتوں میں مرکز کی نگاہ میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔

موصوف عرصۂ دراز سے اس جماعت کی قیادت کامیابی سے کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہماری جماعت کے رسالوں میں جماعت احمدیہ کے مقاصد، کامیابیاں، آئندہ کے پروگرام نمایاں ہونے چاہئیں۔ آج کے اعتبار سے بڑی ضروری بات جماعت کی سو سالہ تاریخ کے واقعات مختلف رنگ میں بیان کرنا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت بانیٔ سلسلہ اور ائمۂ جماعت کے واقعات ہر وقت نگاہوں کے سامنے رہنے چاہئیں۔

محترم چوہدری صاحب کی جماعت کئی سال نہایت کامیاب سووینئر شائع کرتی رہی ہے اسلیئے وہ رسالوں کے مالی مسائل سے بخوبی آگاہ ہیں۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ رسائل میں اشتہارات حاصل کرنے پر زور نہیں دیا جاتا جبکہ کمرشل اداروں سے رابطہ کر کے معقول اشتہارات حاصل کیئے جا سکتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ ہمارے رسالوں میں تصاویر کی کمی بری طرح کھٹکتی ہے۔ ان کے خیال میں "خالد" میں کم از کم ایک کاپی (اس میں آٹھ صفحات ہوتے ہیں) تصاویر پر مشتمل ہونی چاہیئے۔

کتابت کے بارے میں انہوں نے کہا کہ اس وقت خالد سمیت سبھی رسالوں کی کتابت بہت کھلی ہوتی ہے اس کو آسانی سے اتنا گنجان کیا جا سکتا ہے کہ موجودہ مواد سے ڈیڑھ گنا مواد شامل اشاعت کر لیا جائے۔ اس پہلے قدم کے بعد اس کے صفحات میں اضافے کی ضرورت ہو تو کی جا سکتی ہے۔

محترم چوہدری احمد مختار صاحب نے کہا کہ خالص دینی

موضوعات کے بعد ایک مستقل حصہ سائنسی مضامین جغرافیائی معلومات اور نئی نئی دریافتوں کا بھی ہونا چاہیئے۔ مختلف ممالک کے اعداد و شمار اگر گوشوارہ کے رنگ میں آجائیں تو ایک نظر میں اس کو سمجھا جاسکتا ہے۔ حضور جن ممالک کے دورہ پر جائیں ان کے بارے میں معلوماتی مضامین اور جماعتی مساعی کا ذکر ساتھ ساتھ آجانا چاہیئے۔ ایسے مضامین جن میں خالص مذہبی عنوانات نہ ہوں۔ ایسے حصے شائع کرنا جہاں عام احمدی کے لیئے فائدہ مند ہے وہاں اشتہارات کے حصول میں بھی اس سے آسانی ہو جاتی ہے۔

پروفیسر میاں محمد افضل صاحب

ماہر تعلیم محترم پروفیسر صاحب قومی سطح کے ایک اہم ادارے نیشنل ایجوکیشنل کونسل (اسلام آباد) کے سربراہ رہ چکے ہیں حال ہی میں ریٹائر ہوتے ہیں۔ مختلف کالجوں کے پرنسپل کے طور پر بھی کام کیا ہے۔ ملک کے ماہرینِ تعلیم میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ جہاں خالص دینی موضوعات ہماری جماعتی زندگی میں گرم لہو کی حیثیت رکھتے ہیں وہاں پر ساتھ ساتھ ایسے مضامین جو عمومی دلچسپی کے موضوعات رکھتے ہوں لیکن ساتھ ساتھ تحقیقی اور علمی نوعیت رکھتے ہوں ان کا شامل کرنا بھی ضروری ہے۔ ایسے مضامین سائنس، زراعت وغیرہ مختلف موضوعات پر ہونے چاہئیں۔

انہوں نے کہا کہ اگر مستقل طور پر ایک چھوٹا سا کالم اعداد و شمار کا دیا جانا شروع کیا جائے تو بڑا فائدہ مند ہو سکتا ہے۔ اگر ایسی معلومات گراف کی شکل میں شائع ہوں تو موازنہ اور اصل مطلب سمجھنے میں زیادہ آسانی ہو جاتی ہے۔

انہوں نے کہا کہ اگرچہ ہمارے رسالوں کی کتابت دیگر رسالوں سے کھُلی ہے مگر اس کا ایک فائدہ بھی ہے کہ آسانی سے پڑھی جاتی ہے۔ اگر کتابت کو گنجان کر دیا جائے تو عموماً اس کا پڑھنا دشوار ہو جاتا ہے۔ تاہم اگر فوٹو آفسٹ طریق کو اپنا لیا جائے تو گنجان کتابت بھی آسانی سے پڑھی جاسکتی ہے۔

محترم چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب

لاہور کے امیر ضلع، کراچی کے مشہور و معروف امیر محترم چوہدری عبداللہ خان صاحب کے صاحبزادے حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب مرحوم و مغفور کے بھتیجے اور داماد۔ سالہا سال سے لاہور کے امیر ضلع چلے آرہے ہیں۔ معاملہ فہمی، تدبر، حُسنِ انتظام اور وسعتِ تعلقات ان کے خاص اوصاف ہیں۔

انہوں نے کہا کہ جماعت احمدیہ کے رسائل میں حضرت بانیٔ سلسلہ کے رفقاء کے واقعات بیان ہونے چاہئیں۔ اس ضمن میں اگر کوئی مستقل سلسلہ جاری کر دیا جائے تو بہتر ہو سکتا ہے۔ اس میں غیر مطبوعہ واقعات کا ایک بڑا ذخیرہ مل سکتا ہے۔ ان باتوں کے بیان میں واقعاتی اور کہانی کا سا انداز ہو لفاظی زیادہ نہ ہو نیز واعظانہ انداز کم ہو اور ریڈر پر زیادہ چھوڑا جائے کہ وہ خود نتیجہ اخذ کرے۔ دراصل ہر واقعہ اپنا نتیجہ خود پیدا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس سلیکشن میں مناسب احتیاط ضروری ہے۔ ٹھوس اور مثبت انداز ہونا چاہیئے۔ نظموں کے حصہ میں حضرت بانیٔ سلسلہ اور حضرت مصلح موعودؓ کا کلام بار بار آنا چاہیئے۔ حدیث کا ایک حصہ لازمی شامل کریں۔ اور اس میں بھی ایسے موضوعات ہوں جن میں عمومیت کا رنگ ہو اور عام آدمی کی بھلائی اور ہدایت کا رنگ ہو:

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

سانحہ اوجڑی کیمپ کے موقع پر

مجلس خدام الاحمدیہ راولپنڈی کی شاندار خدمات

مورخہ ۱۰ اپریل ۱۹۸۸ء کو صبح دس بجے دسویں کور کے علاقے میں واقع اسلحہ کا فوجی ڈپو جو اوجڑی کیمپ کے نام سے مشہور تھا یکایک موت کا دیوتا بن کر راولپنڈی اور اسلام آباد کے جڑواں شہروں پر آگ اور خون کی بارش برسانے لگا۔ ایک گھنٹہ کے لگ بھگ عرصہ میں دونوں شہروں پر تیس ہزار سے زائد راکٹ، میزائل اور بم برس چکے تھے۔ بچے، بوڑھے، عورتیں، جوان سب ہراساں ہو کر بھاگ رہے تھے۔ پنڈی سے باہر جانے والی سڑکوں پر ٹریفک کا اژدہام شہر سے نکلنے کے لیئے بھاگ رہا تھا۔

موت کے گرجتے ہوئے اژدہا کی پھنکاریں ذرا کم ہوئیں تو متاثرین کی امداد کے لیئے دردمند دل آگے بڑھے۔ سب سے پہلے جس فرد نے آگے بڑھ کر شہر کی انتظامیہ کو اپنی خدمات پیش کیں وہ راولپنڈی کے متحرک اور سرگرم امیر جماعت احمدیہ جناب مجیب الرحمٰن صاحب تھے جو جماعتی مقدمات میں دلیرانہ وکالت کر کے مشہور ہو چکے ہیں اور جنہوں نے خصوصاً شریعت کورٹ کے سامنے جماعت کا کیس پیش کر کے تاریخی خدمات انجام دی ہیں جو انشاء اللہ اپنے وقت پر عوام کے سامنے آئیں گی۔ انہوں نے کمشنر اور ڈپٹی کمشنر کو اپنی خدمتِ خلق کی پیشکش کی۔ بوکھلائی ہوئی انتظامیہ نے فوراً ہی یہ درخواست قبول کی اور متاثرین کی امداد کے لیئے قائم کیئے جانے والے دو امدادی کیمپوں کو چلانے کے لیئے رضاکاروں کی درخواست کی۔

فوری اقدام

امیر صاحب راولپنڈی نے فوری طور پر شہر کی مجلس خدام الاحمدیہ کی دونوں قیادتوں یعنی قیادتِ نور اور قیادتِ صدر کے قائدین سے رابطہ کیا اور ابتدائی طور پر دس دس خدام دونوں کیمپوں میں بھجوا دیئے۔ یہ کیمپ مری روڈ پر واقع سینٹ میری سکول اور اسلامیہ ہائی سکول کے نزد لیاقت باغ میں قائم کیئے گئے تھے۔ ہمارے قائدین مکرم خالد احمد سعید قیادتِ صدر اور مکرم منور احمد قریشی قیادتِ نور کی سربراہی میں خدام نے ان کیمپوں میں جا کر ان کیمپوں کو درست کیا۔ متاثرین کے لیئے جگہیں مقرر کیں۔ کھانے پینے کے انتظامات کیئے۔ رجسٹریشن کا نظام جاری کیا اور سکول کی عمارت کو ایک منظم امدادی کیمپ میں ڈھال دیا۔ سینٹ میری سکول کا کیمپ فعال نہ ہو سکا اس لیئے اس کیمپ کے خدام بھی بعد ازاں

اسلامیہ ہائی سکول والے کیمپ میں آ گئے۔ بعد میں ضرورت پڑنے پر مزید خدام بھی بُلا لیئے گئے اور کارکن خدام کی تعداد ۵۰ تک پہنچ جاتی رہی۔ ان خدام نے مسلسل دن رات ایک کر کے متاثرین کی خدمت کا بہترین مظاہرہ کیا۔ اور انتظامیہ اور عوام کے دل جیت لیئے۔

تنظیم اور تقویٰ کی برکات

مجلس خدام الاحمدیہ کے منظم کام کرنے کی عادت لیئے ہوئے اور تقویٰ کے حسین زیوروں سے آراستہ ان خدام کی خدمات کئی کئی پہلوؤں سے عوام اور انتظامیہ کے لیئے حیران کُن رہی۔ ایک مرحلے پر جب کھانا تقسیم کرنے کا وقت آیا تو انتظامیہ کے کسی رکن نے کہا کہ متاثرین کھانا حاصل کرنے کے لیئے لائن لگا لیں۔ اس پر ہمارے خدام نے مداخلت کی اور کہا کہ یہ طریق درست نہیں ہم خود متاثرین کو کھانا کھلائیں گے ــــ انتظامیہ کے اراکین نے حیران ہو کر سوال کیا کہ چار سَو متاثرین کو آپ کس طرح کھانا کھلائیں گے؟ اس پر خدام نے بڑے اعتماد سے جواب دیا کہ ہم کھلا کر دکھاتے ہیں۔ چنانچہ تمام متاثرین کو کہا گیا کہ وہ اپنی اپنی جگہوں پر تشریف لے جائیں اور خدام نے نہایت تنظیم اور نظم و ضبط کے ساتھ مصیبت کے مارے ہوئے ان افراد کو امن و سکون سے کھانا کھلا دیا۔ نہ کوئی دھکم پیل ہوئی نہ ہنگامہ ہُوا۔

اس کیمپ کا معائنہ انتظامیہ کے اراکین کمشنر، ڈپٹی کمشنر اور راولپنڈی کے میئر صاحبان نے کیا اور خدام کی مساعی کو بڑے عمدہ الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔

جناب نواز شریف کا خراج تحسین

مورخہ ۱۲ اپریل کو پنجاب کے وزیر اعلیٰ جناب نواز شریف نے بھی اس کیمپ کا دَورہ کیا۔ اس موقع پر بعض لوگوں نے خدام کو پیچھے ہٹا کر سول ڈیفنس کے رضا کاروں کو آگے لانے کی کوشش کی لیکن علاقہ مجسٹریٹ نے ان کی کوشش کو ناکام بنا دیا اور وزیر اعلیٰ سے ملاقات کے وقت کیمپ کے انچارج مکرم خالد احمد سعید قائد صدر اور مکرم منور احمد قریشی صاحب نے وزیر اعلیٰ کو بتایا کہ ان کا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے اور جماعت کے خدام گزشتہ تین روز سے اس قومی خدمت کی بجا آوری میں دن رات مصروف ہیں۔ نیز ان کو بتایا گیا کہ کیمپ میں خدمات بجا لانے کے علاوہ ہمارے خدام نے مختلف ہسپتالوں میں ۳۰ عدد خون کی بوتلیں بھی عطیہ کے طور پر دی ہیں۔ ۱۰۰ خدام نے خون دینے کیلئے اپنے نام پتے درج کروائے ہیں اور مبلغ آٹھ سو روپے کی دوائیں بھی مختلف ہسپتالوں میں فراہم کی گئی ہیں۔ جناب وزیر اعلیٰ نے خدام کی اِن مساعی کو سراہا اور ان کا شکریہ ادا کیا اور پھر میئر راولپنڈی کو بُلا کر ہدایت کی کہ اِن رضا کاروں کا خیال رکھا جائے۔ جناب میئر صاحب نے وزیر اعلیٰ کو بتایا کہ یہ نوجوان تین روز سے بہت عمدہ طریق سے کام کر رہے ہیں اور ہم اِن کے شکر گزار ہیں۔

جناب وزیر اعلیٰ کے جانے کے بعد روزنامہ جنگ، پی پی آئی، اے پی پی اور مختلف ذرائع ابلاغ کے نمائندوں نے دونوں کیمپوں کے نگران صاحبان احمدی خدام سے ان کے کام کی تفصیلات پوچھیں۔

صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا دَورہ

مرکز سلسلہ ربوہ میں اس سانحہ کی خبر پہنچتے ہی صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

محترم محمود احمد صاحب بطور نمائندہ صدر انجمن احمدیہ ۱۱ اپریل کو راولپنڈی تشریف لائے۔ اس طرح سے خدام کو ہر قسم کی ہدایت و رہنمائی براہِ راست طور پر میسر آ گئی۔ صدرِ محترم نے خدام سے ملاقات کی کیمپوں میں گئے۔ امیر صاحب راولپنڈی محترم مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ کے ہمراہ ہسپتالوں کا بھی دورہ کیا۔ اس دورے میں مکرم محمد اسلم بھروانہ قائد ضلع راولپنڈی اور مکرم نعیم خالد صاحب نائب قائد علاقہ بھی ہمراہ تھے۔ دورے کے دوران ان ہسپتالوں کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ صاحبان سے ملاقات کر کے ان کو ہر قسم کی دواؤں کی فراہمی نیز دیگر امداد کی پیشکش کی۔ ڈسٹرکٹ ہسپتال کی انتظامیہ کی درخواست پر ان کو ۸۰۰ روپے کی ادویہ فراہم کی گئیں۔

مورخہ ۱۲ اپریل کو جب صدر محترم متاثرین کیلئے قائم کردہ کیمپ واقع اسلامیہ ہائی سکول نمبر ۱ میں تشریف لے گئے تو ٹیلی ویژن کے کیمرہ مین اور رپورٹر بھی آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے کیمپ میں موجود متاثرین اور انتظامیہ کے انٹرویو لیئے اور آخر میں صدر محترم کا تفصیلی انٹرویو بھی کیا۔

نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پرواہ

قارئین محترم! ابھی تک جن اخبارات، ذرائع ابلاغ ٹیلی ویژن وغیرہ کا ذکر ہوا ہے ان سب نے خبریں اکٹھی کیں، انٹرویو لیئے مگر کسی پُر اسرار ہاتھ کے اشارے پر ان سب ذرائع نے ایک بھی لفظ جماعت احمدیہ کے خدام کی کارکردگی کا شائع یا نشر نہیں کیا۔ صرف ایک اخبار روزنامہ حیدر راولپنڈی نے چند سطروں میں دو بار ان خدام کی خبر شائع کی۔ جزاکم اللہ!

جہاں یہ خدام دن رات مصیبت زدگان کی امداد میں مصروف تھے وہاں کام نہ کر کے شہرت حاصل کرنے اور بیان چھپوانے والے مضطرب تھے حالانکہ یہ خدام بڑی خاموشی اور بے غرضی سے کام کر رہے تھے۔ انہوں نے نہ تو کوئی بیج لگایا ہوا تھا، نہ کوئی جھنڈا تھا، نہ پوسٹر تھا، نہ سڑک پر کوئی بینر لہرا رہا تھا اور نہ اخبارات کو پریس ریلیز یا بیانات جا رہے تھے۔ اس کے باوجود بعض اداروں نے پکی پکائی کھانے کی کوشش میں جماعت احمدیہ کے رضا کار خدام کو کیمپ سے بے دخل کر کے آگے آنے کی کوشش کی لیکن انتظامیہ نے ایسی کوششوں کو ناکام بنا دیا۔ ایک مرحلے پر جب کھانا کھلانے کا انتظام سول ڈیفنس کے رضا کاروں نے اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کی تو انتظامیہ نے پھر مداخلت کی اور ان لوگوں کو روک دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ متاثرین نے بھی ان لوگوں کی مداخلت کو ناپسند کیا اور صاف کہہ دیا کہ اگر ان لوگوں نے کھانا کھلایا تو ہم کھانا نہیں کھائیں گے بلکہ صرف احمدی رضا کاروں کے ہاتھ سے کھانا کھائیں گے۔

پکی پکائی کھانے والے آ گئے

چار دن گزر گئے متاثرین اب انتظامات سے مطمئن تھے۔ کیمپوں میں پیش آنے والے مسائل پر قابو پایا جا چکا تھا۔ بعض متاثرین اپنے ٹھکانوں پر جانے کی سوچ رہے تھے۔ انتظامات اور طریق کار سب کچھ ٹھیک تھا۔ خوف و ہراس کی فضا ختم ہو چکی تھی کہ متاثرین کے اس کیمپ میں سوشل ویلفیئر پنجاب اور ایگل ویلفیئر مظفر آباد کے نمائندے پہنچے انہوں نے

کیمپ میں موجود احمدی خدام سے اُلجھنے کی کوشش کی۔ انتظامیہ کے اراکین نے ان کو روکنے کی کوشش کی اور کہا کہ آپ چار دن بعد یہاں آکر اور اپنے بینر لگا کر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ آپ ہی نے یہ کام کیا ہے۔ آپ کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد افسرِ اعلیٰ آ گئے۔ یہ ڈپٹی ڈائریکٹر سوشل ویلفیئر تھے انہوں نے انتظامیہ سے بات کی اور اپنے کارکنوں سے کہا کہ ان خدام سے کیمپ کا انتظام لے لیا جائے۔

ہمارے ملک کی شرافت گونگی اور بزدل ثابت ہوتی رہی ہے اس دفعہ بھی یہی ہوا۔ انتظامیہ کے وہی افسران جو پہلے احمدی خدام کے کاموں کی تعریف کرتے کرتے نہ تھکتے تھے اپنے افسران کے آگے خاموش اور بے بس ہو گئے۔ انہوں نے بھی خدام کو کہا کہ وہ کیمپ سے چلے جائیں۔ فوری طور پر امیر صاحب راولپنڈی سے رابطہ کیا گیا اور کسی بدمزگی سے بچنے اور متاثرین کی امداد کے کاموں میں رُکاوٹ نہ پڑنے کے خیال سے امیر صاحب نے خدام کو واپس آنے کی اجازت دیدی۔

مسز کیانی کے تاثرات

ان حالات میں عوام پر جو اثر ہوا اور متاثرین جس طرح پریشان ہوئے اس کا اندازہ لگانے کے لیے صرف ایک بیان کافی ہے۔ خواتین کی تنظیم اپوا کی صدر مسز جنرل ناصر کیانی نے کہا:-

"ہم جماعت احمدیہ کو چالیس سال سے جانتے ہیں۔ یہ پاکستان بنانے والوں میں سے ہیں۔ آج چار روز کے بعد تم یہاں کا مال لُوٹنے کے لیے آ گئے ہو۔ چار روز تک ہمیں جماعت احمدیہ کے رضاکاروں پر بھروسہ تھا لیکن اب ہمیں قطعاً کوئی بھروسہ نہیں۔"

چنانچہ اِس محترم خاتون کی بات اِس طرح پوری ہوئی کہ اپوا کی طرف سے متاثرین کے بچّوں کے لیے خشک دودھ کے جو ڈبّے دیئے گئے تھے وہ اگلے روز ہی کیمپ سے غائب ہو گئے۔

ضروری گزارش

عید کے بارے میں حضور ایدہ اللہ کے ارشاد پر عمل کرنے والے خدام سے گزارش

ایسے خدام بھائی جو حضرت امام جماعتِ احمدیہ کے ارشاد کے مطابق اِس طرح عید منائیں کہ غریبوں کے ساتھ سُکھ بانٹیں وہ اپنے تأثرات تحریر فرمائیں جس میں ان ایمان افروز کیفیات کا ذکر ہو جو آپ کو حضور کے ارشاد کی تعمیل کے نتیجہ میں حاصل ہوئیں۔ ادارہ خالد ایسے قیمتی اور دلچسپ تأثرات شائع کرنے میں خوشی محسوس کرے گا۔

(ایڈیٹر)

اخبارِ مجالس

آگے قدم بڑھائے جا!

تربیت

● **حسین آگاہی ملتان** ۲۹ مارچ ۱۹۸۸ء کو نفلی روزہ رکھا گیا اور نماز تہجد باجماعت ادا کی گئی۔

● **اورنگی ٹاؤن کراچی** ۱۸ مارچ ۱۹۸۸ء کو یوم تربیت منایا گیا۔ پروگرام کا آغاز نماز تہجد سے ہوا۔ افتتاحی تقریر کے بعد درس قرآن کریم اور درس حدیث ہوا۔ کل ۳ تقریریں ہوئیں۔ اس دن مختلف علمی و ورزشی مقابلہ جات ہوئے۔ اختتامی اجلاس میں محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ خود بھی شریک ہوئے۔ اس پروگرام کل ۷۵ خدام، ۳۰ اطفال اور ۶ انصار شامل ہوئے۔

● **شاہدرہ ٹاؤن لاہور**

نماز باجماعت میں حاضری بڑھانے کے لئے خدام واطفال نے گھر گھر جاکران کو بیت الذکر میں حاضر ہونے کی تاکید کی۔ ۲۶ فروری کو ایک تربیتی کلاس لگائی گئی۔ جس میں ۲۰ خدام اور ۳۰ انصار نے حصہ لیا۔

وقارعمل

● **سانگلہ ہل** ۲۳ مارچ ۱۹۸۸ء کو وقارِ عمل کیا گیا۔ جس میں ۵ مجالس کے ۸۰ خدام واطفال نے حصہ لیا۔ کل ۳ گھنٹے کام کیا۔ ۹۰ فٹ لمبے اور ۷ فٹ چوڑے راستے پر تقریباً ۶ انچ مٹی ڈال کر ہموار کیا۔

● **اورنگی ٹاؤن کراچی** ۲۶ مارچ کو وقارعمل ہوا۔ ۷۰ خدام نے ۸ گھنٹے کام کیا۔

خدمتِ خلق

● **ضلع لاہور**

مجلس خدام الاحمدیہ کے تحت ماہ فروری ۱۹۸۸ء میں ڈاکٹرز کی ایک ٹیم نے گنجے سندھو کے دو دورہ جات کیے اور ۳۲۲ مریض دیکھے گئے۔ تمام مریضوں کو دو ہزار روپے کی ادویات مفت تقسیم کی گئیں۔

جلسے

● **سانگلہ ہل**

(۱) ۲۳ مارچ ۱۹۸۸ء کو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی یاد میں جلسہ منعقد ہوا۔ اس میں ۱۳ خدام ۱۹ اطفال اور ۲۴ دیگر خواتین و احباب نے شرکت

کی۔

(۲) ۱۴ مارچ ۱۹۸۸ء کو حضرت مصلح موعود کی یاد میں جلسہ منعقد ہوا۔ ۱۹ خدام، ۱۸ اطفال اور ۴۰ دیگر احباب نے شرکت کی۔

• وحدت کالونی لاہور

جلسہ سیرت النبیؐ منعقد ہوا۔ جس میں ۳۰ احباب نے شرکت کی۔

• شاہدرہ ٹاؤن لاہور

۲۶ فروری ۱۹۸۸ء کو جلسہ مصلح موعود منعقد ہوا۔ ۱۶ خدام اور ۲۰ اطفال نے شرکت کی۔

شعبہ اعتماد

• حسین آگاہی ملتان

• ۸ فروری ۱۹۸۸ء کو اجلاس عام منعقد ہوا۔ ۲۰ خدام نے شرکت کی۔

۱۷ فروری ۱۹۸۸ء کو اجلاس عاملہ منعقد ہوا۔ اراکین عاملہ کو مرکز سے موصولہ پروگرام سے آگاہ کیا گیا۔

• اورنگی ٹاؤن کراچی

ماہ فروری میں ایک عام اجلاس اور دو اجلاس عاملہ منعقد ہوئے۔

• قیادت لاہور

۱۸ مارچ ۱۹۸۸ء کو دارالذکر لاہور میں محترم معتمد صاحب مرکزیہ کی زیر صدارت معتمدین مجالس شہر لاہور کی میٹنگ منعقد کی گئی۔ ۹ مجالس کے معتمدین اس میں شامل ہوئے۔

۸ فروری ۱۹۸۸ء کو شعبہ تربیت کے تحت ضلع کی سطح پر ایک ریفریشر کورس کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں لاہور کے ۶۳ حلقہ جات کے زعماء اور سائقین کو بلایا گیا۔ کل حاضری ۱۶۰ رہی۔ اس اجلاس میں محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے شرکت فرمائی اور خدام کو مفید نصائح سے نوازا۔

• شاہدرہ ٹاؤن لاہور

ماہ فروری میں دو اجلاسات عاملہ منعقد ہوئے۔ جن میں مکرم قائد صاحب اور معتمد صاحب ضلع لاہور نے ناظمین کو ہدایات دیں۔

خدام الاحمدیہ کے پچاس سال

• بنگلہ دیش

مجلس خدام الاحمدیہ کے پچاس سال پورے ہونے پر ۴ فروری ۱۹۸۸ء کو پچاس سالہ تقریب منائی گئی۔ اس میں مجلس خدام الاحمدیہ کی ۵۰ سالہ کارکردگی پر روشنی ڈالی گئی۔ اس اجلاس کی صدارت جناب محمد مصطفیٰ علی صاحب نیشنل امیر جماعت احمدیہ بنگلہ دیش نے کی۔

• شاہدرہ ٹاؤن لاہور

۴ فروری ۱۹۸۸ء کو خدام الاحمدیہ کے پچاسویں یوم تاسیس کے موقع پر اجتماعی نماز تہجد کا پروگرام ہوا۔ ۲۱ خدام اور ۳ انصار اور متعدد اطفال نے اس مقدس دن کے موقعہ پر انتہائی عاجزی اور انکساری سے اپنے ربّ کریم کے حضور دعائیں کیں ⁂

رجسٹرڈ
مضبوطی میں بے مثال
کارکردگی میں لاجواب
HERCULES
ہرکولیس
امپورٹڈ میٹریل سے تیارشدہ
HERCULES
ہرقسم کی گاڑیوں کے سفنر ایبٹ سفنر بس اور ڈبہ کمانی پیشیٹ
میاں بھائی
۱۰ منٹگمری روڈ ۔ لاہور ۔ فون نمبر
223372
223373

Monthly KHALID Rabwah

Regd. No. L 5830 MAY 1988